تنظیم اسلامی

اکتوبر ۲۰۰۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مفکرِ پاکستان، مصورِ پاکستان، اور مبشرِ پاکستان

علامہ اقبال

نے افغان قوم کے بارے میں فرمایا تھا:

آسیا یک پیکرِ آب و گِل است!
ملتِ افغاں در آں پیکر دل است!
از فسادِ اُو فسادِ آسیا!
در کشادِ اُو کشادِ آسیا!

یعنی: ''ایشیا مٹی اور پانی (گارے) کا بنا ہوا ایک جسم ہے اور افغان قوم اس جسم میں دل کے مانند ہے۔ اس میں خرابی سے پورا ایشیا خراب ہو جاتا ہے اور اس کی درستی سے پورا ایشیا درست ہو جاتا ہے!''

(یہ تشبیہ ایک حدیث نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے!)

عالمی صیہونیت کی گھناؤنی سازش نے اس وقت افغانستان کو پورے عالم مغرب کی عسکری قوت کا ٹارگٹ بنا دیا ہے ـــــــ ان حالات میں ملت اسلامیہ پاکستان کا فرض ہے کہ اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ مکمل یکجہتی اور تعاون کا مظاہرہ کریں!

خادم اسلام وقرآن ـــــــ امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد عفی عنہ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)
ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد : ۵۰
شمارہ : ۱۰
رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
اکتوبر ۲۰۰۱ء
فی شمارہ ۱۲/- روپے

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارہ تحریر
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون

☆ اندرون ملک	125 روپے
☆ ایشیا' یورپ' افریقہ وغیرہ	800 روپے
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ	1000 روپے

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700' فون 03-02-5869501
فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org
ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
ای میل: markaz@tanzeem.org

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن طابع: رشید احمد چودھری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

❁ عرضِ احوال ـــــــ ۳

حافظ عاکف سعید

❁ **تذکرہ و تبصرہ** ـــــــ ۵

۞ پاکستانی معاشرے کی نئی قطبی تقسیم: پاکستان میں اسلامی انقلاب کی تمہید

۞ امریکہ پر عذاب الٰہی ــــ کس کے ہاتھوں؟ ۱۰

۞ صدر پرویز مشرف کے دلائل کا تنقیدی جائزہ ۱۹

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ امریکی دھونس اور ہمارا طرز عمل؟ ۳۲

☆ انسانیت کے اصل دشمن ۳۴

❁ **دعوت فکر** ـــــــ ۳۶

الصلوٰۃ الوسطیٰ

قرآن مجید کے سیاقِ کلام اور احادیث نبویہ کی روشنی میں

انجینئر مختار حسین فاروقی

❁ **بحث و نظر** ـــــــ ۴۷

دعوت کے پہلے ہی حکم میں حکومت الٰہیہ کا اعلان

مفتی کلیم رحمانی

❁ **تعمیر سیرت** ـــــــ ۵۵

زبان کی حفاظت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

❁ **منهاج المسلم** (۱۷) ـــــــ ۶۱

آدابِ نیت

علامہ ابوبکر الجزائری

❁ **خطوط و نکات** ـــــــ ۶۶

امیر تنظیم اسلامی کے نام خطوط اور ان کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

وقت دعا ہے! ......

نیویارک اور واشنگٹن ڈی سی میں دہشت گردی کے واقعات کی آڑ میں امریکہ نے اپنی توپوں کا رخ یکایک جس مہارت' چابک دستی اور عیاری کے ساتھ پاکستان' افغانستان اور اسامہ بن لادن کی طرف موڑا ہے وہ بلاشبہ یہودی سازشی ذہنیت کا شاہکار ہے۔ یہ بات اب کوئی مخفی راز نہیں ہے کہ اس محیر العقول خوفناک دہشت گردی کے واقعات کے پس پردہ یہودی اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کی کارفرمائی نظر آتی ہے جسے امریکہ کے اندر سے بھی پوری سپورٹ (Support) حاصل ہے۔ بالخصوص اس اہم خبر کے منظر عام پر آ جانے کے بعد کہ ۱۱ ستمبر کو اس خوفناک حادثے کے وقت ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیویارک میں کام کرنے والے تمام چار ہزار اسرائیلی یہودی دفاتر میں حاضر نہیں تھے اور ان سب کی جانیں سلامت رہیں' اس امر میں قطعاً کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہیں رہی کہ دہشت گردی کے اس غیر معمولی واقعے کی منصوبہ بندی میں مرکزی کردار اسرائیل اور موساد ہی کا ہے۔ لیکن امریکی صدر جن کی گردن پورے طور پر یہودی صیہونی عناصر کے آہنی پنجوں کی گرفت میں ہے' ان تمام حقائق کو یکسر نظرانداز کر کے ناانصافی' بددیانتی اور جانبداری کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اسامہ بن لادن اور افغانستان کے خلاف کارروائی پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان پر دھونس کے انداز میں شدید دباؤ ڈال کر وہ انہی صیہونی عزائم کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں جن کا اصل ٹارگٹ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو تباہ و برباد کرنا اور پاکستان میں برسرِعمل جہادی تحریکوں اور ان بنیاد پرست دینی طبقات کا قلع قمع کرنا ہے کہ جو صیہونی عزائم کی راہ کی اصل رکاوٹ ہیں۔

بہرکیف یہ وقت افغانستان کی طالبان حکومت اور مسلمانانِ پاکستان دونوں کے لئے سخت ترین آزمائش کا ہے۔ طالبان ہر بڑے سے بڑے خطرے اور سخت سے سخت آزمائش کا مقابلہ کرنے کے لئے ذہنی ونفسیاتی طور پر تیار ہیں۔ وہ خوداعتمادی سے بڑھ کر ''خدااعتمادی'' یعنی اللہ پر ایمان اور توکل کی دولت سے مالامال ہیں۔ گزشتہ پانچ چھ سالوں کے دوران انہوں نے ہر مشکل کا مقابلہ پامردی کے ساتھ اور ہر آزمائش کا مقابلہ استقامت کے ساتھ کیا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے دین کے سچے وفادار ہیں۔ انہوں نے اپنے ملک میں اللہ کی حکمرانی کے قیام اور دین وشریعت کے نفاذ کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا ہے اور اس

مقصد عظیم کی خاطر انہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں یہاں تک کہ ''سول سپریم پاور'' سے ٹکر لینے میں بھی کوئی دریغ محسوس نہیں کیا۔ لہٰذا کائنات کی ''سول سپریم پاور'' سبحانہ وتعالیٰ ان کی پشت پر ہے۔ وہ اس شعر کی عملی تصویر بن چکے ہیں کہ ؎

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے!

اصل مسئلہ مسلمانان پاکستان کا ہے۔ ہم نے بحیثیت قوم گزشتہ ۵۴ برسوں کے دوران اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بے وفائی اور اس کے دین کے ساتھ بے اعتنائی اور غداری کا معاملہ کیا ہے۔ ملک کے سیکولر عناصر اور حکمران طبقات کا تو ذکر ہی کیا' ہماری دینی جماعتیں بھی گروہی مفادات کے گرداب اور سیاسی جوڑ توڑ کے ذریعے کرسی کے حصول کی کشاکش کا شکار رہیں۔ ذاتی اور گروہی مفادات سے بلند تر ہو کر اس ملک خداداد پاکستان میں اللہ کے دین کو قائم و غالب کرنے کی خاطر اتحاد و اتفاق کے ساتھ کسی قابل ذکر سنجیدہ کوشش کا مظاہرہ ان کی جانب سے نہیں ہوا۔ انہوں نے بحالی جمہوریت کے لئے تو کئی مواقع پر مل جل کر تحریک چلائی بلکہ اس ضمن میں سیکولر طبقات کے ساتھ اتحاد کرنے میں بھی کسی دریغ سے کام نہیں لیا' لیکن نفاذ شریعت اور امتناع سود کے لئے انہیں مل جل کر تحریک چلانے کی توفیق نہیں ہوئی ——— اور اگر ایک ''مرد درویش'' انہیں اس جانب متوجہ کرنے کے لئے گزشتہ کم از کم پانچ برسوں سے چیخ و پکار میں مصروف ہے تو اس فغانِ درویش پر بھی انہوں نے کان دھرنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ ان حالات میں اللہ کی تائید و نصرت ہمیں کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ ہم نے تو اللہ کے عذاب کو دعوت دینے میں اپنے تئیں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بقول شاعر ؎

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

ابھی تک ہمیں اللہ کی جانب سے مہلت مل رہی ہے۔ اس کا عذاب اور قہر بھی ہم پر وقتاً فوقتاً مختلف صورتوں میں برستا رہا ہے' لیکن اس کی حیثیت تا حال ''عذاب ادنیٰ'' یعنی چھوٹے عذاب کی رہی ہے ——— اب ہم پھر ایک بہت سنگین دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ایک طرف امارت اسلامی افغانستان ہے جہاں اللہ کی حکمرانی عملاً قائم ہے اور دوسری جانب دنیا کی سب سے بڑی طاغوتی اور استحصالی طاقت ہے جو ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ اسلامی افغانستان کے خلاف بلا جواز اور ننگی جارحیت میں ہم اس کا ساتھ دیں۔ اس نازک موقع پر اگر ہم نے اللہ اور اس کے دین سے غداری کرتے ہوئے اللہ کے باغیوں اور شیطان کے ایجنٹوں کا ساتھ دیا تو شدید اندیشہ ہے کہ اللہ کی طرف سے کسی بڑے عذاب کا بند کھل جائے اور ہمیں وہ سخت ترین سزا مل کر رہے کہ جس کے ہم بہت پہلے سے مستحق ہو چکے ہیں۔ اعاذنا اللّٰہ من ذالک!!

پاکستانی معاشرے کی نئی قطبی تقسیم (POLARISATION)

پاکستان میں اسلامی انقلاب کی تمہید

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

امریکہ میں دہشت گردی سے پیدا شدہ تشویشناک ہی نہیں خوفناک عالمی صورت حال کے نتیجے میں جہاں افغانستان اور طالبان کے لئے شدید خطرات اور اندیشے پیدا ہو گئے ہیں، وہاں پاکستان بھی اپنی تاریخ کے مشکل ترین امتحان اور کٹھن ترین آزمائش سے دوچار ہو گیا ہے جس کے ضمن میں اختلاف رائے میں شدت پیدا ہونے سے ملک کی سلامتی اور سالمیت تک کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

افغانستان کے لئے تو دشمن یہ تک کہہ رہا ہے کہ اسے ہم دھات کے زمانے سے بھی پہلے کے دور یعنی پتھر کے زمانے میں پہنچا دیں گے۔ اور اگرچہ بائیس سالہ جنگ کے نتیجے میں افغانستان میں جس قدر تباہی و بربادی پہلے ہی آ چکی ہے اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بے پناہ عسکری قوت کے پیش نظر بظاہر احوال' بالفعل ایسا ہو جانا بعید از قیاس بھی نہیں ہے' تاہم یہ اللہ ہی کے علم میں ہے کہ فی الواقع کیا ہو گا اور مشیت ایزدی کس طور سے ظاہر ہو گی۔ اور کیا عجب کہ اصحاب فیل کا واقعہ دنیا میں ایک بار پھر ظاہر ہو جائے' واللہ اعلم! بقول علامہ اقبال کہ ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا!

ادھر پاکستان میں ایک جانب حکومت اور اس کے ''ہم خیالوں'' اور دوسری جانب دینی و مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کے مابین اختلاف کی جو خلیج نمایاں طور پر سامنے آ چکی ہے' اس کے ضمن میں جہاں یہ اندیشہ ہے کہ ملک میں محاذ آرائی بڑھ کر

تصادم کی صورت اختیار کر لے اور امن و امان کے درہم برہم ہونے کے نتیجے میں قومی سطح پر عدم استحکام کی صورت پیدا ہو جائے' وہاں اس اعتبار سے ایک بہت بڑا ''خیر'' بھی برآمد ہو رہا ہے کہ ملک میں ایک جانب سیکولر اور مغرب زدہ عناصر اور دوسری جانب دین و مذہب کے ساتھ عملی و جذباتی تعلق رکھنے والے لوگوں کے مابین واضح امتیاز اور جداگانہ تشخص کا احساس وادراک نمایاں طور پر پیدا ہو گیا ہے۔ گویا پاکستانی معاشرہ میں ایک نئی دو قطبی تقسیم (POLARISATION) پیدا ہو رہی ہے جو پاکستان میں اسلامی انقلاب کے اعتبار سے نہایت مفید ہے۔

چنانچہ اس مرحلے پر حکومت پاکستان نے جو طرزِ عمل اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس پر جو احتجاجی جلسے منعقد ہو رہے ہیں یا جلوس نکل رہے ہیں ان سے وہ سیکولر اور مغرب پرست حلقے بالکل غائب ہیں جن کا فکر اور فلسفہ خالص مادیت کے گرد گھومتا ہے' لہٰذا ان کی ساری دلچسپی صرف حیاتِ دنیوی اور اس کے مادی اسباب و وسائل تک محدود' اور ساری تگ و دو اور بھاگ دوڑ دنیاوی سہولتیں اور آسائشیں' اور بن پڑے تو تعیشات کے حصول کے چکر میں رہتی ہے' اور احتجاج کل کا کل ان حلقوں کی جانب سے ہو رہا ہے جن کے نزدیک خواہ عملاً خواہ صرف جذباتی طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر شے پر مقدم ہے' جن کا تعلق خواہ فہم و شعور کے ساتھ خواہ صرف عقیدے اور جذبہ کی حد تک دین و مذہب کے ساتھ اس قدر مضبوط ہے کہ وہ ان کے لئے تن من دھن قربان کرنے پر آمادہ رہتے ہیں' اور جن کے نزدیک خواہ شعوری طور پر خواہ بے شعوری طور پر یہ حقیقت مسلّم ہے کہ ''دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت۔ ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا!''۔ اب ظاہر ہے کہ صورت حال جیسے جیسے آگے بڑھے گی اور افغانستان اور طالبان کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جانب سے کسی بالفعل اقدام میں حکومت پاکستان کے تعاون کے مظاہر منصۂ شہود پر آئیں گے' اس کے نتیجے میں اس پولارائزیشن میں مزید گہرائی و گیرائی' اور سختی اور پختگی پیدا ہوتی چلی جائے گی!

پاکستانی معاشرے کا یہ امتیاز و انقسام جہاں فی نفسہٖ مستقبل کے اسلامی انقلاب کے لئے نہایت مفید ہے' وہاں فوری طور پر ایک اور اعتبار سے بھی بہت مبارک ثابت ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کے ذریعے مختلف ہی نہیں متضاد قسم کے مذہبی عناصر کے مابین از خود اور فطری طور پر اتحاد پیدا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں اظہارِ اختلاف اور احتجاج کسی ایک خاص حلقے کی جانب سے نہیں بلکہ جملہ دینی حلقوں کی جانب سے ہو رہا ہے۔ گویا جملہ دینی عناصر اس معاملے میں رائے اور موقف کے اعتبار سے متحد اور یک زبان ہیں' خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی' اور بریلوی ہوں یا دیوبندی' اور اہل سنت والجماعت ہوں خواہ اہل حدیث' اور خواہ قدیم طرز کے دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء ہوں خواہ جدید احیائی تحریکوں سے وابستہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تعلیم یافتہ لوگ۔ اور اگرچہ ان جملہ عناصر پر مشتمل کوئی ''گرینڈ الائنس'' باضابطہ طور پر تا حال وجود میں نہیں آیا ہے' اور اس وقت تک ''دفاع افغانستان کونسل'' میں' جو ۱۰رجنوری ۲۰۰۱ء کو وجود میں آئی تھی (اور جس کا نام اب ''دفاع پاکستان و افغانستان کونسل'' ہے) ابھی تک عامۃ المسلمین کے سوادِ اعظم کے ان نامور اور نمایاں علماء و زعماء کی فعال شمولیت نظر نہیں آ رہی جنہیں عرف عام میں بریلوی مکتب فکر سے تعبیر کیا جاتا ہے' تاہم اپنے طور پر جداگانہ انداز میں احتجاج میں وہ بھی بھرپور طور پر شریک ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو انہوں نے اولیت کا شرف حاصل کیا ہے۔ گویا یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ جیسے جیسے یہ معاملہ آگے بڑھا وقت کے تقاضے کے طور پر پاکستان کے جملہ دینی و مذہبی عناصر کا یہ گرینڈ الائنس وجود میں آ جائے گا۔

اس پولارائزیشن کے دوسرے ''قطب'' (POLE) پر ''قطب الاقطاب'' کی حیثیت تو سربراہ حکومت' سپہ سالار افواج پاکستان' پرستار اتاترک جنرل پرویز مشرف صاحب کو حاصل ہے اور ان کے گرد رفتہ رفتہ پاکستانی معاشرے کے جملہ سیکولر عناصر جمع ہوتے جا رہے ہیں' خواہ پہلے ان کا تعلق دائیں بازو سے رہا ہو خواہ بائیں سے' اور خواہ وہ میدانِ سیاست کے کھلاڑی ہوں خواہ اربابِ دانش و اصحابِ قلم' اور خواہ سول اور

ملٹری بیورو کریسی کے ''حاضر'' یا ریٹائرڈ اکابر ہوں خواہ وہ جنہیں عرف عام میں تعلیم یافتہ سربرآوردہ طبقہ (EDUCATED ELITE) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر ان میں وہ بھی شامل ہیں جو کھلم کھلا ملحد اور دہریئے ہیں اور وہ بھی جو اسلام کو صرف ایک ''مذہب'' کے طور پر تو مانتے ہیں جو چند عقائد' چند عبادات' اور چند معاشرتی رسومات کی حد تک محدود ہے' لیکن اس سے بڑھ کر اسلام کے ''دین حق'' یعنی نظام عدلِ اجتماعی کی حیثیت سے مکمل سیاسی' اقتصادی اور سماجی نظام حیات ہونے کے شعور سے عاری ہیں۔ گویا اس وقت پاکستان میں یہ دو نقطہ ہائے نظر بھرپور طور پر ممتاز و ممیز ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگر ایک جانب حکومت پاکستان ''خاموش اکثریت'' کی اپنی پسندیدہ ''جہت'' میں ''یکجہتی'' کے لئے کوشاں ہے' تو دوسری جانب فعال دینی و مذہبی حلقے چاہتے ہیں کہ عوام ان کی ''جہت'' میں یکسو ہو جائیں!

پاکستان میں تا حال دینی و مذہبی جماعتوں اور تحریکوں کی پیش قدمی میں ایک اہم رکاوٹ یہ بھی رہی ہے کہ اب تک ہمارے معاشرے میں یہ دونوں طبقے گڈمڈ رہے ہیں اور نہ صرف یہ کہ اکثر و بیشتر سیاسی تحریکیں اسی ''اجتماع ضدّین'' کی اساس پر چلتی رہی ہیں۔ بلکہ سماجی تقریبات میں بھی یہ دونوں عناصر ''من تو شدم تو من شدی!'' کا نقشہ پیش کرتے رہے ہیں' جبکہ اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام اور قوانین شریعت کے نفاذ' یا بالفاظ دیگر ''اسلامی انقلاب'' کے لئے لازم ہے کہ پاکستانی معاشرے میں سورۂ آل عمران میں واردشدہ الفاظ مبارکہ ''حتّٰی یمیز الخبیث من الطیّب'' کی کیفیت بالفعل رونما ہو جائے! جس کے آثار اب بحمد اللہ نظر آ رہے ہیں۔

چنانچہ جمعہ ۲۱ ستمبر کی سہ پہر کو لاہور میں منعقد ہونے والا عظیم الشان جلسۂ عام اس حقیقت کا بہت بڑا مظہر تھا۔ اس لئے کہ اس کے سٹیج پر جہاں جملہ دینی عناصر کی نمائندگی اظہر من الشمس تھی وہاں معروف ارباب سیاست کی غیر حاضری بھی بہت نمایاں تھی ـــــ حتیٰ کہ اپوزیشن کے رہنما بھی کہیں نظر نہیں آئے جو عام حالات میں ہر

وقت ایسے مواقع کی تلاش میں رہا کرتے ہیں کہ کسی بھی موضوع یا مسئلے پر حکومت وقت کے موقف کے خلاف جلسہ ہو رہا ہو تو اس میں شریک ہو کر خود اپنے لئے تقویت حاصل کریں۔ چنانچہ اس وقت کی احزابِ مخالف میں سے صرف ایک مسلم لیگ (ن) کے نوجوان رہنما سعد رفیق صاحب جلسے میں شریک ہوئے اور وہ بھی غالباً صرف اپنی ذاتی حیثیت میں شرکت کر رہے تھے ـــــ دوسری طرف اس میں ان مذہبی جماعتوں کی قیادت پر مستزاد جو بہت عرصے سے طالبان کی کھلم کھلا تائید وحمایت کر رہی ہیں' جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت کی بھرپور موجودگی' جو کچھ عرصہ قبل تک طالبان کی زیادہ پرجوش حامی نہیں رہی تھی' بہت ہی نیک شگون ہے۔ چنانچہ میں قاضی حسین احمد صاحب کو اس پر تہہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں کہ اگرچہ دو سوا دو سال قبل انہوں نے مجوزہ ''متحدہ اسلامی انقلابی محاذ'' میں شرکت سے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہمارا پختہ فیصلہ ہے کہ ہم آئندہ کسی بھی محاذ میں شامل نہیں ہوں گے!'' ـــــ لیکن اب اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے ''دفاعِ افغانستان کونسل'' میں نہ صرف یہ کہ اول روز سے شرکت اختیار کی بلکہ اس میں مسلسل فعال رول ادا کر رہے ہیں!

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پاکستان میں دینی جماعتوں اور تنظیموں کا ایک وسیع تر اور منظم متحدہ محاذ قائم ہو جو نہ صرف امریکی جارحیت کی مخالفت کے منفی ہدف' بلکہ پاکستان میں مکمل اسلامی انقلاب کے مثبت ہدف کے لئے موثر طور پر سرگرم عمل ہو۔ آمین یا ربّ العالمین!

بقیہ: مسلمان کا طرزِ حیات

حبسه عن الغزو مرض او عذر آخر' ح ۱۹۱۱۔

(۶) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب ﴿ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ ح ۳۱ و صحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة' باب اذا تواجه المسلمان بسیفیهما' ح ۲۸۸۸

(۷) رواه احمد بمعناه' ح ۱۸۴۵۳۔ ورواه ابن ماجه مقتصرا علی الدین دون الصداق۔ کتاب الاحکام' باب من ادان دینا لم ینو قضاءه' ح ۲۴۱۰

امریکہ پر عذابِ الٰہی
کس کے ہاتھوں؟

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۴ ستمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

غور طلب بات یہ ہے کہ امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر جیسی عظیم عمارت کی تباہی اور امریکہ کے دفاعی مرکز پینٹا گون کی بربادی سے پیدا ہونے والی اس پوری صورتِ حال کا سب سے بڑا' اہم اور اولین سبق کیا ہے؟ یہ کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کوئی طاقت حاصل نہیں ہے' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ ۔ چنانچہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ اَلْقُدْرَۃُ لِلّٰہِ' اَلْکِبْرِیَاءُ لِلّٰہِ' اَلْعَظْمَۃُ لِلّٰہِ ۔ کائنات میں کسی شے کو استحکام حاصل نہیں ہے' کوئی اپنے آپ کو کتنا ہی مستحکم اور کتنا ہی طاقتور سمجھے' اُسے آخر ایک دن زوال سے دوچار ہونا ہے۔ اسی لئے میں نے آج سورۃ الفجر کی آیات کو عنوان بنایا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ o﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا قوم عاد کے ساتھ''۔ قوم عاد عالی شان قوم تھی۔ جس علاقے میں وہ رہتے تھے وہاں ہر طرح کی زرخیزی اور سطوت انہیں حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے شہروں میں بڑے بڑے ستون بنا رکھے تھے' جن پر بڑی اونچی عمارتیں تعمیر کی تھیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ o﴾ ''یہ بڑے بڑے ستونوں والے ارم''۔ بتایا گیا ہے کہ بڑے بڑے تمیں اونچے ستونوں کے کھنڈرات اب بھی اسی صحرا کی پنہائیوں کے اندر موجود ہیں کہ جہاں یہ قوم آباد تھی۔ ان کا اب سٹیلائٹس کے ذریعے سراغ لگ چکا ہے ﴿الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ o﴾ ''جو اس سے قبل پوری دنیا میں کہیں بھی تعمیر نہیں کئے گئے تھے''۔ آج بعینہٖ یہی الفاظ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے اوپر صادق آتے ہیں۔ واقعہ یہ

ہے کہ کل روئے ارضی کی عمارتوں کے مقابلے میں آپ اسے کوہ ہمالیہ کہہ سکتے ہیں' لیکن آج اس کا نام ونشان موجود نہیں' صرف ایک دھواں یا ایک غبار باقی رہ گیا ہے۔

آگے فرمایا کہ یہ صرف قوم عاد کا ہی معاملہ نہیں' اس کے بعد قوم ثمود کو بھی ایسی ہی سطوت وشان وشوکت عطا ہوئی تھی: ﴿وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ٥﴾ ''اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراش کر محل بنائے تھے''۔ ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ٥﴾ ''اور میخوں والے فرعون کے ساتھ''۔ جس کا ڈنکا بج رہا تھا۔ وہ جب سفر کرتا اور اس کی فوج چلتی تھی تو اس کے خیموں کی میخیں ہی سینکڑوں اونٹوں یا گھوڑوں پر لدی ہوتی تھیں۔ ﴿اَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ٥﴾ یہ سب وہ ہیں کہ جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں سرکشی کی''۔ اللہ کے مقابلے میں سر اونچا کیا' تکبر کا مظاہرہ کیا۔ تو ان کا جو حشر ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

بعینہٖ آج امریکہ بھی ایک مست ہاتھی کی طرح اسی راستے پر جا رہا ہے۔ افغانستان جس کا بھوک وافلاس کے باعث پہلے ہی حال پتلا ہے' وہاں مانیٹرز آ جائیں گے' اسرائیل میں نہیں آ سکتے۔ اسرائیل کو کھلی چھٹی ہے' جس طرح وہ چاہے نہتے فلسطینیوں کے اوپر گولیاں برسائے' F-16 دوڑائے' ٹینک چڑھا دے۔ وہ جب چاہے ان کی عمارتیں گرا دے۔ صرف اس شک کی بناء پر کہ یہاں سے تخریبی کارروائی ہوتی ہے جتنے چاہے مکان اور دوکانیں گرا دے۔ اس کو بہر صورت امریکہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ ﴿فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ٥﴾ ''اور ملکوں میں بہت فساد پھیلایا تھا''۔ جیسے ان سابقہ اقوام کی سرکشی سے دنیا میں فساد برپا ہو گیا تھا آج امریکہ کی سرکشی اور دوہری پالیسی کے نتیجے میں زمین میں فساد مچا ہوا ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ٥﴾ ''آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا''۔ اللہ تعالیٰ کی رسی دراز ضرور ہے' لیکن اندھیر نگری نہیں ہے۔ وہ وقت دیتا ہے' مہلت دیتا ہے' تا کہ کسی فرد یا ملت کے اندر چھپی ہوئی خباثت ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد ایک دم رسی کھینچتا ہے اور اچانک

اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے۔ پہلے بھی ایسی تمام اقوام پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب کے کوڑے برسے‘موجودہ واقعہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے ﴿اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ o﴾ ''یقیناً (اے نبی) آپؐ کا رب گھات میں ہے''۔یعنی کون کس انجام کا مستحق ہے‘آپ کا رب اس کی خبر رکھتا ہے۔

آج دنیا میں قوت‘ دبدبہ‘سطوت اور شان وشوکت جو اس وقت بظاہر امریکہ کو حاصل ہے اگرچہ ابھی ختم نہیں ہوا لیکن یہ ضرور ہے کہ اب یہ امریکہ وہ نہیں ہے جو ۱۱ستمبر۲۰۰۱ء سے قبل تھا۔ امریکی خود کہہ رہے ہیں کہ امریکہ اب دوبارہ وہ مقام کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔موجودہ واقعہ کے بعد یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قدرت و طاقت صرف اللہ کو حاصل ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف! اس ضمن میں سب سے پہلے میں یہ عرض کر دوں کہ دہشت گردی کی کوئی بھی شکل ہو وہ لازماً قابل مذمت ہے۔ جنگ میں بھی اُنہی کے خلاف ہتھیار چلنا چاہئے جو جنگ میں شریک ہوں۔ جنگ کا اسلامی اصول بھی یہ ہے کہ عورتوں‘ بوڑھوں اور وہ عابد لوگ جو اپنی عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوں ان پر قطعاً ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔صرف میدان جنگ میں جو مقابلے میں آئے اس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ وہ دہشت گردی کہ جس میں اس کا امکان ہو کہ بے قصور لوگ مارے جائیں گے یقیناً قابل مذمت ہے۔

دنیا میں دہشت گردی تین اعتبارات سے ہو رہی ہے۔یا تو قومی تصادم ہے‘جیسے اسرائیلیوں اور فلسطینیوں میں جاری ہے اور کشمیر میں بھی بھارتی افواج‘ پولیس اور مجاہدین کے درمیان جاری ہے۔اسی طرح آزادی کی تحریکوں کو دبانے کے لئے جیسے الجزائر میں فرانسیسیوں کے خلاف دہشت گردی کا راستہ اختیار کیا گیا۔اس کے علاوہ تیسری شکل یہ ہے کہ احیائے اسلام کی بعض تحریکوں نے تشدد کا راستہ اختیار کیا ہے جیسے مثلاً الجزائر میں دہشت گردی کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ میں نے ہمیشہ اس کی بھی مذمت کی ہے کیونکہ اس میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔اس اعتبار سے امریکہ میں

ہونے والے ان واقعات کی ہم تائید نہیں کر سکتے' بلکہ جنہوں نے بھی یہ کام کیا ہے قابل مذمت کام کیا ہے۔

اگر صرف فوجی تنصیبات کو ٹارگٹ بنایا جائے تو دوسری بات ہے۔ لیکن شہری ٹارگٹس کہ جن میں عام شہری ہوں' ان کو نشانہ بنانا تو بہت ہی قابل مذمت شے ہے۔ دہشت گردی کا ایک جواز اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب کوئی ظالم اتنا طاقتور ہو جائے کہ مظلوم کے لئے کوئی اور راستہ نہ چھوڑے۔ یعنی کسی کو دیوار سے لگا دیا جائے تو وہ کیا کرے؟ اسی اصول کی بنیاد پر تقریباً ۲۰ سال پہلے پی ایل او کی طرف سے دہشت گردی ہوتی تھی۔ اس کے لئے قرآن مجید میں بھی ایک اشارہ موجود ہے۔ چھٹے پارے کی پہلی آیت ہے ﴿لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ ''اللہ کو پسند نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے متعلق اعلانیہ بری بات کرے سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو''۔ (النساء: ۱۴۸) یعنی جس کا دل دکھا ہو۔ دکھی دل سے جو صدا نکلے اس میں کوئی خرابی بھی ہو' کوئی خلاف ضابطہ بات بھی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ دہشت گردی کی اس قسم کا اگر جواز ہے تو بھی اس میں صرف عسکری مقامات یا فوجی تنصیبات کو نشانہ بنانے کا جواز نکل سکتا ہے۔

اب آیئے اس مسئلے کی طرف کہ یہ کام کس نے کیا ہے! مجھے ابتداءً یقین کامل حاصل تھا اور اب بھی کافی حد تک وثوق حاصل ہے کہ یہ کام درحقیقت امریکن رومن کیتھولک عیسائی اقلیت کے انتہا پسند لوگوں کا ہے جنہوں نے ملیشیا فوج بنائی ہوئی ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں ہیں۔ میرے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ امریکی رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے درمیان بڑی شدید دشمنی ہے۔ رومن کیتھولک کو وہاں شدید شکایت ہے کہ پروٹسٹنٹ امریکہ کی سیاست پر غالب ہیں اور انہوں نے امریکہ کو یہودیوں کا غلام بنا دیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہودیوں کے قبضے سے اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے ہمیں ایک ایسی ہی سول وار دوبارہ کرنا ہوگی جیسی پہلے امریکہ میں ہو چکی ہے۔ یہ باتیں وہاں عام ہیں اور انہوں نے ہتھیار بھی جمع

کئے ہوئے ہیں۔ انہی میں سے وہ شخص تھا کہ جس نے ۱۹۹۵ء میں اوکلاہاما کی بلڈنگ میں بم دھماکہ کیا تھا۔ انہوں نے ہی Erizona میں ایک ٹرین کو کھڈ کے اندر بھی گرایا تھا۔ میرے نزدیک موجودہ کارروائی بھی انہی کی ہے۔ چنانچہ امریکہ میں بھی تبصرے ہو رہے ہیں کہ ہائی جیکر کوئی بھی تھے ان کو اصل تعاون (سپورٹ) امریکہ کے اندر سے ملا۔ باہر بیٹھ کر کوئی یہ کام نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے مکمل اور بھرپور سپورٹ امریکہ کے اندر سے حاصل نہ ہو۔ ان وجوہات کی بنا پر میری تو یہ رائے ہے کہ جس درجے کی یہ پلاننگ ہوئی اور جس طرح کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی مسلمان گروپ کا کام نہیں کیونکہ کسی مسلمان گروپ کے پاس یہ صلاحیتیں اور وسائل و اسباب نہیں ہیں' نہ ہی انہیں امریکہ کے اندر سپورٹ حاصل ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک تو یہ کام رومن کیتھولک عیسائیوں کا ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ایک دوسری خبر بھی آئی ہے اور جنرل حمید گل صاحب نے بھی یہ بات کہی ہے کہ یہ کارروائی اصل میں اسرائیل کی ہے۔ مجھے بھی آج ہی کینیڈا سے ایک ای میل ملا ہے جو بڑا چشم کشا ہے۔ دراصل اسرائیل چاہتا ہے کہ فلسطینیوں کو اردن کے اندر دھکیل دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ اصل میں شرق اردن فلسطینی ریاست ہے' ہم اپنے ساحل پر کوئی فلسطینی ریاست قبول نہیں کر سکتے۔ اب ظاہر ہے اگر وہ اتنا بڑا قدم اٹھائیں' اتنا بڑا کریک ڈاؤن کریں تو انہیں اس کے لئے عالمی سپورٹ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ اس واقعہ کے ذریعے پوری دنیا کے سامنے عربوں اور مسلمانوں کو مجرم بنا کر کھڑا کر دینا چاہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ یقیناً اسرائیل کا اقدام ہو سکتا ہے۔ اس ای میل میں بتایا گیا ہے کہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اسرائیل نے امریکہ کے خلاف بہت سے کام کئے ہیں۔ اس نے کنگ ڈیوڈ ہوٹل پر حملہ کیا تھا' یو ایس لبرٹی پر حملہ کیا تھا۔ انہیں سزائیں بھی ہوئی ہیں۔

امریکہ میں دہشت گردی کے حالیہ واقعہ میں یہودیوں کے ملوث ہونے کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ان کے نزدیک تمام غیر یہودی دراصل حیوان ہیں'

انسان ہیں ہی نہیں۔ اگر لاکھوں مکھیاں آپ نے ماری ہیں تو کیا ہو گیا' مکھیاں ہی ماری ہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک غیر یہودی انسان تو گویم ہیں' gentiles ہیں' لہٰذا جس طرح چاہو ان کا خون پیو' جس طرح چاہو ان کو دھوکا دو۔ ان سے جھوٹ بولو اس میں تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔ جس طرح گھوڑے کو تانگے میں جوتنا یا بیل کو ہل میں جوتنا انسان کا حق ہے' اسی طرح ہمارا حق ہے کہ ہم غیر یہودی انسانوں کو جوتیں' ان کا استحصال کریں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اس اعتبار سے بھی یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ یہ کام اسرائیل کا ہو۔ اس ای میل میں ایک اہم بات یہ بتائی گئی ہے کہ امریکہ میں اس حادثے کی جو بھی تحقیقات ہو رہی ہیں وہ افشا ہو رہی ہیں۔ اسی میں یہ خبر بھی باہر نکل گئی کہ اس میں تو موساد ملوث ہے۔ چنانچہ اس خبر کے آنے کے بعد انہوں نے بندش لگا دی ہے کہ کوئی خبر باہر نہ نکلنے پائے۔ چنانچہ اسرائیل کے اس واقعے میں ملوث ہونے کا قوی امکان موجود ہے۔ دنیا کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ واللہ اعلم۔

تیسرے درجے میں اب یہ بھی عرض کر رہا ہوں کہ بالفرض اگر یہ کام مسلمانوں نے ہی کیا ہے' جیسے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سراغ لگا لیا ہے کہ دو آدمی مسلمان عرب تھے' حالانکہ مسلمان عربوں کو خریدا بھی جا سکتا ہے اور اسرائیل انہیں استعمال کر سکتا ہے تا کہ دنیا کے سامنے تصویر آئے کہ یہ کام مسلمانوں نے کیا ہے۔ بہرحال اس کے باوجود میں کہہ رہا ہوں کہ بالفرض اگر یہ مسلمانوں کا کام ہے' تب بھی یہ بات واضح ہے کہ اس میں اسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے فلسطین میں امریکہ جو مظالم ڈھا رہا ہے فلسطینی وہاں اس کے خلاف اگر تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق کوئی پروگرام بنائیں تو بات اور ہے۔ اسامہ تو افغانستان میں بیٹھا ہوا ہے جہاں ضروری سہولیات تک موجود نہیں ہیں۔ پھر طالبان کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو اس طریقے سے رکھا ہوا ہے کہ وہ کسی ایسی سرگرمی میں ملوث ہو ہی نہیں سکتا۔ طالبان ہرگز جھوٹے نہیں ہیں۔ اب تک انہوں نے ہر معاملے میں جو بات صحیح سمجھی وہی دنیا کے سامنے کہی ہے۔ کسی بھی چیز سے پیچھے نہیں ہٹے۔ انہوں نے گوتم بدھ کے مجسمے توڑے تو

ڈٹ کر توڑے اور کسی کی پرواہ نہیں کی' حالانکہ انہیں اربوں ڈالر پیش کیے گئے' لیکن انہوں نے ٹھکرا دیئے کہ ہم بت شکن ہیں بت فروش نہیں۔ اس کے ساتھ وہ کہہ بھی رہے ہیں کہ اگر اسامہ ملوث ہے تو ثبوت دو' ہم تمہارے حوالے کر دیں گے۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ افغانستان میں اس وقت ہزاروں غیر ملکی موجود ہیں۔ اقوام متحدہ اور غیر مسلم این جی اوز کے کتنے ہی کارکن وہاں موجود ہیں تو کیا انہیں اطلاع نہ ملی ہوتی کہ اس طرح کی یہاں کوئی سکیم بن رہی ہے۔

بالفرض اگر یہ فلسطینی مسلمانوں کا کام ہے ...... اگرچہ میرے نزدیک نہ فلسطینی اتنے تربیت یافتہ ہیں نہ ان کے پاس اس طرح کی سہولتیں اور سپورٹ موجود ہے کہ ایسا عظیم کارنامہ سرانجام کر کے دکھا دیں' لیکن فرض کیجئے کہ ایسا ہو بھی تو واقعہ یہ ہے کہ ان کے لئے اس اعتبار سے کہ وہ دیوار سے لگا دیئے گئے ہیں کوئی دوسرا راستہ اور طریقہ موجود نہیں ہے' کیونکہ امریکہ صد فی صد اسرائیل کا پشت پناہ ہے۔ پوری مغربی دنیا اسرائیل کی پشت پر آ گئی ہے' لہٰذا بالفرض اگر یہ فلسطینیوں کا کام ہے تو وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تاہم میں ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ اگر یہ کام فلسطینیوں نے کیا ہے تو امریکہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ اب امریکہ کا باپ بھی ان کو ختم نہیں کر سکتا۔ یعنی اگر یہ لوگ اس درجے کے ماہر ہو گئے ہیں تو پھر کون انہیں ختم کرے گا؟ اب امریکہ میں بھی بہت سے لوگ یہ کہہ رہے ہیں اس وقت امریکی حکومت ایک ایسی جنگ کا آغاز کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہے جسے وہ کامل طور پر کبھی بھی نہیں جیت سکتی۔ یہ امریکیوں کا تبصرہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر کچھ لوگ جان دینے پر اس طرح آمادہ ہو جائیں اور یہ صلاحیت حاصل کر چکے ہوں جس کا مظاہرہ ہوا ہے جس پر عقلیں دنگ ہیں' خود امریکہ ششدر و حیران ہے اور وہ کہنے پر مجبور ہے کہ یقیناً انہیں اندرونی سپورٹ حاصل ہے' تو ظاہر بات ہے پھر یہ جنگ امریکہ جیت نہیں سکتا۔

امریکہ کے لئے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اسے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے کہ آخر اگر عرب یہ کر رہے ہیں تو کیوں کر رہے ہیں؟ کوئی سبب تو ہے! ان کا دماغ تو

خراب نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے ایسے تو نہیں تھے' پھر یہ کیوں ہوگیا۔ عرب اسرائیل تنازعہ کے دوران امریکہ نے جو ظلم کیا ہے امریکہ کو اس معاملے میں دروں بینی سے کام لینا چاہئے اور اپنی ظالمانہ پالیسی اور ظالمانہ کردار پر نظر ثانی کرنا چاہئے ـــــ لیکن شدید اندیشہ ہے کہ امریکہ یہ روش اختیار نہیں کریگا۔ کیونکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے عالمی طاقتیں خوفزدہ ہیں۔ لہٰذا مختلف ممالک میں جو مذہبی جذبات پروان چڑھ رہے ہیں انہیں کچلنا ان کی اولین ترجیح ہے۔ چنانچہ شدید اندیشہ ہے کہ امریکہ اس واقعے کو بہانے کے طور پر استعمال کرے گا اور اس کے لئے افغانستان ان کا ٹارگٹ نمبر ایک ہے۔ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا جو ایک ابھرتا ہوا سلسلہ انہیں نظر آ رہا ہے وہ انہیں بری طرح کھٹک رہا ہے کہ اگر ان کے پاؤں جم گئے تو ان کی خیر نہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال بھی وہاں دیکھ کر آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ تین چار اور مسلمان ممالک میں اگر یہی نظام قائم ہو جائے جو افغانستان میں ہے تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ لہٰذا امریکہ اور اسرائیل اس کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں! دوسرے' انہیں سب سے بڑا خطرہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے دھمکی دی ہے کہ اگر پاکستان نے ہمارا ساتھ نہ دیا' تو ہم کشمیر پر بھارت کا قبضہ تسلیم کرلیں گے اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو مفلوج کر دیا جائے گا۔

اگرچہ اندریں حالات افغانستان کے لئے شدید خطرات ہیں لیکن وہ قوم اب ان خطروں کی عادی ہوگئی ہے۔ انہوں نے مورچے کھودنے شروع کر دیئے ہیں کہ اب جو ہو سو ہو۔ انہیں موت کا خوف نہیں ہے۔ اس حوالے سے افغانستان کا معاملہ اتنا تشویشناک نہیں ہے' البتہ پاکستان اپنے مشکل ترین امتحان سے دوچار ہے۔ ہمارے پاس وہ ایمانی قوت نہیں ہے جس کے بل پر ہم امریکہ کا مقابلہ کرسکیں لہٰذا ان حالات میں پاکستان کے لئے اولین چیز یہ ہے کہ افغانستان کے خلاف کسی عسکری اقدام کی حمایت کسی حال میں نہ کرے اور اپنی زمین اور اپنے پانیوں کو استعمال کرنے کی اجازت ہرگز نہ دے۔ البتہ اگر اسامہ کے خلاف دہشت گردی کا کوئی معین ثبوت پیش

کر دیں تو' جیسا کہ طالبان خود کہہ رہے ہیں کہ ہم حوالے کر دیں گے' اس کی گرفتاری میں پاکستان کوئی مدد کرے تو اس کی شاید گنجائش نکل آئے۔ دوسرے نمبر پر ہمیں اپنی آزادی' خودمختاری اور خصوصاً ایٹمی صلاحیت کا پورا پورا تحفظ کرنا ہے۔ اس معاملے میں کسی درجے میں ہمیں کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہئے۔

ان حالات میں اس وقت ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کی شدید ضرورت ہے۔ ایسے ہی مواقع ہوتے ہیں جب کہ قومیں توبہ کر لیتی ہیں۔ جب رانا سانگا سے بابر کا رن پڑا تھا تو اس نے توبہ کی تھی اور شراب کے گھڑے توڑ دیئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے فتح دے دی تھی۔ یہ ہمارے لئے بھی توبہ اور دعا کا وقت ہے' اس لئے کہ پاکستان بہت ہی شدید امتحان سے دوچار ہے۔ لہٰذا پوری قوم کو اپنے گناہوں پر توبہ کرنی چاہئے تاکہ اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہو۔ اللہ کی مدد ہی کے سہارے ہم موجودہ صورت حال سے نمٹ سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں اور ہماری حکومت کو درج ذیل چار کام کرنا ہوں گے۔

۱) سب سے پہلے ہمیں اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا' یعنی سیکولرازم اور بے حجاب مخلوط معاشرت کی طرف جاری سفر سے پسپائی اختیار کرنی ہوگی۔

۲) امتناع سود کے ضمن میں فوری اقدامات کئے جائیں اور غیر سودی بینکاری کے لئے ٹھوس قدم اٹھایا جائے۔

۳) قوانین شریعت کی تنفیذ کے ضمن میں پاکستان کے آئین میں موجود تمام رخنے بند کئے جائیں۔

۴) حکومت دینی مدارس کے خلاف کسی قسم کے اقدام کا خیال بھی ذہن سے نکال دے۔

آخر میں جماعت اسلامی کی قیادت سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ ۱۶ ستمبر کو بلائی جانے والی آل پارٹیز کانفرنس میں بحالی جمہوریت کے بجائے انسداد سود اور تنفیذ شریعت کو اپنا ہدف بنائے کیونکہ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کیلئے تحریک چلانے سے آج تک دین اور دینی جماعتوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ہے۔ OO

حالیہ بحرانی صورت حال پر
حکومتی موقف کے حوالے سے صدر پرویز مشرف کے دلائل
اور ان کا تنقیدی جائزہ!

امیر تنظیم اسلامی کے ۲۱ ستمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

صدر صاحب کی حالیہ تقریر میں وہی باتیں آئی ہیں جو وہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنی ان ملاقاتوں میں پیش کر چکے ہیں جو انہوں نے مختلف طبقات فکر کے وفود سے کی ہیں۔ ۱۶/ستمبر سہ پہر کو ایک وفد میں چیف ایگزیکٹو کے آفس میں مجھے بھی جانے کا اتفاق ہوا' اس میں صدر صاحب نے اپنے جو خیالات ہمارے سامنے رکھے وہ آپ ان کی تقریر میں سن چکے ہیں کہ امریکہ کا دباؤ ہم پر کتنا سخت ہے' وہ صاف ہمیں دشمنی کی دھمکی دے رہا ہے کہ اگر تم ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرو گے تو کھلے دشمن شمار ہو گے۔ پھر ہماری سلامتی کو بھی خطرہ ہے' ایٹمی صلاحیت اور کشمیر کاز کو بھی خطرات درپیش ہیں۔ لہٰذا اتنے بڑے بڑے خطرے مول لینا دانش مندی اور حکمت کے خلاف ہے۔

صدر صاحب کی اس تقریر پر جو تبصرے ہوئے ان میں کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ دوران خطاب بہت مرعوب اور خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ ایک تبصرہ یہ بھی ہوا کہ وہ ایک ہارے ہوئے سپہ سالار کی مانند تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تبصرے مناسب نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نشری تقریر کے دوران وہ تھکے ہوئے اور پژمردہ نظر آ رہے تھے' لیکن اس کی وجوہات بالکل واضح ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں ہم پر اتنا شدید خارجی دباؤ آج تک نہیں آیا۔ ظاہر بات ہے اس کا اندازہ اسی کو ہو سکتا ہے جو سب سے بڑے منصب پر بیٹھا ہو۔ پھر انہوں نے پے بہ پے کئی وفود سے طویل ملاقاتیں کیں' اس کی تھکان بھی ہو سکتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ امریکی دھمکی کے سامنے مجبوراً سر جھکانے پر ضمیر کی ملامت الگ ہو گی۔ یہ احساس ندامت اور احساس زیاں ان کے

چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسی باتیں کرنا زیادتی ہے۔

جہاں تک ملک کے نمایاں صحافی حضرات' علماء و مشائخ اور سیاست دانوں کے ساتھ صدر صاحب کی تفصیلی ملاقاتوں کا معاملہ ہے' وہ ملاقات جس میں مَیں شریک تھا وہ چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ اس دوران وہ بہت متحمل ثابت ہوئے' ہماری سخت سے سخت باتیں سنیں۔ اس پر میں انہیں داد دیتا ہوں۔ ضیاء الحق صاحب کے اندر اختلافی باتیں سننے کا جتنا حوصلہ تھا' کم و بیش اتنا ہی ان کے اندر بھی موجود ہے۔ پھر یہ محسوس ہوتا تھا کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں دل سے کہہ رہے ہیں' کسی ظاہر و باطن کے تضاد میں مبتلا نہیں ہیں۔ جو کمزوری ہے وہ بھی مان رہے ہیں کہ ہم اتنے بڑے دشمن کی دشمنی مول لینے کے قابل نہیں ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی سوچ کی حد تک (سوچ کا غلط ہونا اور بات ہے) پاکستان کے ساتھ مخلص ہیں۔

آج دراصل میں اپنے اس موقف کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو میں نے صدر پرویز مشرف صاحب کے سامنے پیش کیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ افغانستان پر امریکہ کے متوقع حملے کے ضمن میں پاکستان کی جانب سے تعاون کے سلسلے میں آپ جو دلائل دے رہے ہیں وہ خالص مادی حقائق اور فوری مصلحت کے اعتبار سے تو درست ہیں' اس لئے کہ مادی حقائق تو یہ ہیں کہ ایک بڑی طاقت امریکہ کے مقابلے میں ہماری حیثیت کیا ہے۔ پھر ہمارے سر پر بیٹھا ہوا ہمارا ازلی دشمن بھارت جسے ذرا سا اشارہ درکار ہے' وہ ان حالات میں کیا کچھ نہیں کر گزرے گا۔ اس کے سینے میں تو ٹھنڈک صرف اسی صورت میں پڑے گی جب کہ پاکستان کا وجود ختم ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خطرات ہیں اور شدید ہیں۔ اس اعتبار سے جو کچھ آپ نے کہا ہے' غلط نہیں کہا ہے۔ لیکن یہ فوری مصلحتیں ہیں' اس میں فوری طور پر سہولت ہے' کچھ نہ کچھ مالی مفادات بھی حاصل ہو جائیں گے۔ ہماری ایٹمی تنصیبات کو بھی فوری طور پر خطرہ نہیں ہوگا۔

میں نے کہا کہ آپ نے جو کچھ ہمارے سامنے رکھا ہے' مفادات اور فوری نتائج کے اعتبار سے وہ صد فی صد درست ہے' لیکن مادی مفادات سے بالاتر اخلاقیات'

عدل و انصاف کے مسلمہ اصول اور غیرت و خودداری کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ صرف مادی تقاضے اور فوری مصلحتیں ہی سامنے نہیں رکھنی چاہئیں۔ پھر ان سے بھی بالاتر دین و شریعت کی ہدایات ہیں جن کو ہم کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ دینی احکام پر عمل کرنے میں خواہ ہمیں یہ سارے خطرات نظر آئیں تب بھی ہمیں دین پر عمل کرنا ہے۔ اسی طرح دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ صرف فوری مصلحتوں کے پیش نظر فیصلے نہ کیئے جائیں بلکہ دور رس نتائج بھی سامنے رکھے جائیں اور اخلاق کے مسلمہ تقاضے بھی ملحوظ رہیں۔ عدل و انصاف کے حوالے سے پوری دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے' سزا نہیں دی جا سکتی۔ شبہ کا فائدہ ملزم کو دیا جاتا ہے۔ کسی ملزم کو سزا نہیں دی جاتی۔ ملزم بے گناہ سمجھا جاتا ہے جب تک کہ جرم ثابت نہ ہو۔ پھر غیرت و خودداری کے تقاضے اور دین و شریعت کے بھی اصول ہیں۔ چنانچہ اگر ہم جرأت کر کے کھڑے ہو جائیں تو امریکہ کے لئے فوری اقدام کرنا ممکن نہیں ہے۔

دنیا میں طاقت کا توازن بھی آخر کسی شے کا نام ہے۔ کیا چین ایک لمحے کے لئے گوارا کر سکتا ہے کہ پاکستان کا وجود ختم ہو جائے؟ Unipolar World تو دنیا میں نہ صرف روس اور چین کو منظور نہیں ہے بلکہ یورپ کو بھی منظور نہیں۔ اس لئے یورپ کی طرف سے بھی امریکہ کو ذرا نرم الفاظ میں کچھ حکمت' کچھ مہلت' کچھ سوچ بچار کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔ گویا انہوں نے ویسا اوپن چیک نہیں دیا ہے جیسا کہ دس سال پہلے خلیج کی جنگ میں ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے صدر صاحب سے کہا کہ چاہے اس وقت امریکہ آپ کو ''سول سپریم پاور آف ارتھ'' نظر آ رہا ہے لیکن ''سول سپریم پاور آف یونیورس'' تو اللہ ہے۔ لہٰذا اس درجے خوف زدہ ہونے کی بات نہیں۔ ہمیں اخلاق' عدل و انصاف اور دین و شریعت کے تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ نیویارک اور واشنگٹن پر دہشت گردانہ حملوں کے ضمن میں امریکہ نے بغیر کسی واضح ثبوت کے جس طرح اسامہ بن لادن کو مجرم قرار دے دیا ہے' وہ عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ اس صورت میں افغانستان پر حملہ خالص ظالمانہ اور عظیم ترین دہشت

گردی کی کارروائی ہوگی اور اس کے لئے پاکستان کی طرف سے کسی بھی حیثیت میں معاونت مسلمہ اخلاقی اصولوں اور عدل وقسط کے تقاضوں سے غداری کے مترادف ہوگی۔

اس اجلاس میں تمام علماء اور مشائخ اس بات پر متفق تھے کہ بغیر ثبوت کے اقدام صریح ظلم ہے اور اس میں ہرگز تعاون نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ اس اجلاس کی بڑی غلط رپورٹنگ ہوئی اور کہا گیا کہ سب نے صدر صاحب سے اتفاق کیا۔ تمام علماء کا مطالبہ تھا کہ آپ امریکہ سے ثبوت مانگئے' ثبوت مل جائیں تو پھر ٹھیک ہے۔ میں نے وہاں کہا کہ اگر ثبوت فراہم کر دیئے جائیں تو طالبان بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم اسامہ کو خود حوالہ کر دیں گے۔ مگر امریکہ اس کے لئے تیار نہیں ہے۔ امریکہ صرف طاقت کی دھونس پر عدل وانصاف کے سارے تقاضوں کو پامال کرنے پر تلا ہوا ہے۔

افغانستان جو ہمارا برادر اسلامی ملک ہے' جہاں طالبان کی حکومت شریعت اسلامی کی بالادستی کے اصول پر کاربند ہے' ان حالات میں اس کے خلاف امریکہ کی ظالمانہ کارروائی میں معاونت نہ صرف اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت ہے بلکہ نظریہ پاکستان سے بھی صریح غداری ہے۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری حکومتوں نے اب تک طالبان کے ساتھ کافی تعاون کیا ہے' انہیں پوری سپورٹ دی ہے۔ سب سے پہلے ہم نے ان کی حکومت کو تسلیم کیا۔ پھر ہمارا سفارت خانہ وہاں قائم ہے اور ان کا سفارت خانہ یہاں قائم ہے۔ لیکن نارمل حالات میں تو تعاون کرنا اور جب امتحان کا وقت آئے تو ساتھ چھوڑ دینا درست طرزِ عمل نہیں ہے۔ یوں تو گویا ہم نے اپنی سابقہ سپورٹ اور تعاون کو بھی زیرو سے ضرب دے دیا۔ انگریزی کا مشہور محاورہ ہے:

A friend in need is a friend indeed.

نارمل حالات میں دوستی کے راگ الاپنا اور بات ہے' جبکہ اس میں ہماری اپنی مصلحتیں بھی شامل تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ شمالی اتحاد پاکستان کا مخالف ہے۔ اس کی حکومت کا بن جانا پاکستان کے مفادات کے منافی تھا' کیونکہ ہماری مشرقی سرحد پر پہلے

ہی ہمارا ازلی دشمن بیٹھا ہوا ہے' اگر مغربی سرحد پر بھی دشمن یعنی شمالی اتحاد آ گیا جس کا بھارت کے ساتھ طرح گٹھ جوڑ ہے تو ہمارا تحفظ خطرے میں پڑ جائے گا۔ گویا ہم نے یہ سب اپنے تحفظ میں کیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ افغانستان ہمارا برادر اسلامی ملک اور پڑوسی ملک ہی نہیں بلکہ ہمارا محسن ملک بھی ہے۔ موجودہ افغانستان کے بانی دراصل احمد شاہ ابدالی ہیں۔ احمد شاہ ابدالی سے پہلے افغانستان کے نام سے دنیا میں کوئی ملک نہیں تھا۔ اگر احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری جنگ میں ہندوستان میں آ کر مرہٹہ قوت کی کمر نہ توڑ دی ہوتی تو ہندوستان میں اسلام رہتا نہ مسلمان۔ پھر پاکستان کے قیام کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اس اعتبار سے قیام پاکستان مرہون منت ہے احمد شاہ ابدالی کا۔ پھر یہ کہ افغانستان وہ ملک ہے جس نے شریعت اسلامی کی مکمل بالادستی قائم کی۔ ٹھیک ہے کسی کو ان سے فقہی بنیاد پر اختلاف ہوسکتا ہے' لیکن شریعت کی مکمل بالادستی جو اسلامی حکومت کی شرط لازم ہے' اسے طالبان کی حکومت نے پورا کیا ہے۔

اب اس پس منظر میں سوچئے کہ اسلامی تعلیمات کیا ہیں! کیا ہمیں ایک اسلامی حکومت کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا چاہئے؟ ہمارے صدر صاحب نے تو امریکہ کی ان کے خلاف کارروائی کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔ چار ٹوپیاں تو پہلے ہی انہوں نے پہنی ہوئی تھیں' اب مفتیٔ اعظم کا عمامہ بھی انہوں نے اپنے سر پر سجا لیا ہے۔ اپنی نشری تقریر میں آیات اور سیرت کے حوالے سے بھی صدر صاحب نے استدلال کیا ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ کا حکم تو یہ ہے ''اے اہل ایمان' پوری قوت کے ساتھ عدل و انصاف قائم کرنے والے بن کر کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہ بن کر''۔ پھر یہی بات سورۂ مائدہ میں فرمائی۔ ''کھڑے ہو جاؤ پوری طاقت کے ساتھ اللہ کے لئے عدل و انصاف کے گواہ بن کر''۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے۔ آپ کدھر جا رہے ہیں؟ جبکہ آپ مانتے ہیں کہ امریکہ نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ پھر وہ اتنی بڑی کارروائی کے لئے پوری دُنیا کو جمع کر رہا ہے اور کوئی آدمی اس سے پوچھنے والا نہیں کہ اس کارروائی کا تمہارے پاس

کیا جواز ہے؟ ہم ہیں کہ ان کے آگے بچھے جا رہے ہیں۔ حالانکہ سورۂ مائدہ ہی میں ہے ''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ' یہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ تم میں سے جو کوئی بھی ان کی دوستی اختیار کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا''۔ اسی طرح قرآن کی تعلیمات تو یہ ہیں: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ﴾ ''اہل ایمان سب کے سب بھائی بھائی ہیں''۔ حدیث میں ہے کہ ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو وہ اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے' نہ اسے کسی دوسرے کے حوالے کرتا ہے (کہ جو چاہے کر گزرے) اور نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے''۔ حدیث نبویؐ کا تقاضا تو یہ ہے۔

بہر حال اس ضمن میں صدر صاحب نے چونکہ سیرت نبوی ﷺ سے استدلال کیا ہے اور حکمت دینی کا درس بھی دیا ہے تو گویا پاکستان کے مفتی اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ اب صدر پرویز مشرف حکیم الملت بھی ہیں۔ کاش قرآن و حدیث اور سیرت کی پیروی انہوں نے اپنی زندگی اور اپنی حکومت میں بھی کی ہوتی۔ دنیا میں یہ اصول اپنی جگہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی وقت مصلحت کے تحت لچک دکھانے میں کوئی حرج نہیں۔ صدر صاحب نے سیرت سے یہ جو اخذ کیا ہے کسی حد تک صحیح اخذ کیا ہے' لیکن ان کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے دشمن یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کیا بالکل خلافِ واقعہ ہے' کیونکہ میثاق مدینہ کے وقت یہودیوں کا دشمن ہونا ابھی ثابت نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ جب مدینے آئے تو سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی جس پر یہودی بہت خوش تھے۔ ان کی دشمنی تو بعد میں پیدا ہوئی ہے۔ جب سولہ مہینوں کے بعد تحویل قبلہ ہو گیا تب ان کے کان کھڑے ہوئے کہ یہ تو ایک نئی امت وجود میں آ گئی ہے۔ اب ان کے اندر دشمنی کی آگ بھڑکنا شروع ہوئی کہ ہم معزول ہو گئے اور ایک ہماری جگہ نئی امت دنیا کی امامت کے منصب پر فائز کر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ بدر کے فوراً بعد انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ ۲ھ میں بنوقینقاع نے خلاف ورزی کی تو انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا۔ ۳ھ میں بنونضیر اسی جرم میں نکال دیئے گئے۔ ۵ھ میں بنوقریظہ نے غداری کی' وہ بھی نکال دیئے گئے اور ان کے جوان قتل کیے گئے۔

صدر صاحب کا یہ کہنا کہ ۶ ھ تک یہ معاہدہ چلا ہے' بالکل غلط ہے۔

اب صلح حدیبیہ پر غور کیجئے۔ صدر صاحب کی تقریر جس سکرپٹ رائٹر نے لکھی ہے' اس نے مغالطے سے یا غلط فہمی میں یا جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس معاہدے میں سب سے پہلی بات تو یہ نوٹ کیجئے کہ یہ معاہدہ اُس وقت ہوا جب پہلے قریش مکہ نے لچک دکھائی۔ ورنہ ابتدائی صورت یہ تھی کہ وہ بات کرنے کو تیار نہیں تھے۔ صلح کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ مکے میں جنگ کے طبل بج رہے تھے اور ادھر حضور ﷺ نے صحابہؓ سے بیعت علی الموت لے رکھی تھی۔ اس وقت تو شدید تناؤ کی کیفیت تھی۔ پھر پہلے کون جھکا؟ جھکاؤ کا مظاہرہ پہلے قریش کی طرف سے ہوا۔ قبل ازیں حضور ﷺ کو ۲ ھ میں غزوۂ بدر کے بعد بھی حکم ہو چکا تھا کہ ''اگر صلح کے لئے وہ اپنے کندھے جھکائیں تو (اے نبیؐ) آپ بھی جھکا دیجئے''۔ لہٰذا حقیقت میں ایسا نہیں ہوا جیسا کہ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں تاثر دیا ہے۔ پھر یہ کہ جب وہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو حضور ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ پر قریش کے نمائندوں نے اعتراض کیا تو آنحضور ﷺ نے ان کے اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ان الفاظ کو مٹا دیا جائے۔ لیکن صدر صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت علیؓ کی بجائے حضرت عمرؓ کا ذکر کیا ہے۔ کسی نے رواروی میں اپنی یادداشت سے یہ خلاف واقعہ باتیں صدر صاحب کی تقریر میں لکھ دی ہیں۔ یہ معاملہ تو حضرت علیؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت علیؓ کا یہ مؤدبانہ احتجاج تھا کہ حضور ﷺ آپ کے نام کے ساتھ لکھے ہوئے یہ الفاظ میں نہیں مٹا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ وہ الفاظ کہاں ہیں' میں وہاں سے مٹا دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کا ایک معاملہ پہلے ہو چکا تھا جبکہ صلح کی بات چیت ہو رہی تھی۔ اس وقت حضرت عمرؓ گئے تھے حضور ﷺ کے پاس کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا ہم حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: کیا ہمارے فوت شدگان جنت میں نہیں جائیں گے اور ان بدبختوں کے ہلاک شدگان جہنم میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا: بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر ہم دب کر کیوں صلح کر رہے ہیں؟ اب یہاں صدر صاحب

کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے جواباً فرمایا کہ ہمیں حکمت سے کام لینا ہے اور یہ کرنا ہے' صریحاً غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ حضور ﷺ نے اس موقع پر کوئی درس حکمت نہیں دیا بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ میں وہی کچھ کر رہا ہوں جس کا مجھے حکم ہے۔ چنانچہ "الرحیق المختوم" جو سیرت کی جدید ترین کتاب ہے اس میں الفاظ ہیں: "میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا"۔ گویا کہ یہ وحی خفی کی بنیاد پر حضور ﷺ کو اللہ کا حکم تھا۔ ورنہ حضور ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں ایسا کبھی نہیں کیا کہ مسلمانوں کی مجموعی رائے پر اپنی رائے کو فوقیت دی ہو۔ ہاں وحی کے ذریعے اگر اللہ کی طرف سے کوئی خصوصی ہدایت ہو تو دوسری بات ہے۔

اب آیئے ذرا موجودہ صورتِ حال کے پس منظر پر بھی نظر ڈال لیں۔ درحقیقت اب یہ واضح ہوتا جا رہا ہے کہ نیویارک اور واشنگٹن پر دہشت گردانہ حملہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی "موساد" نے کرایا ہے۔ اس لئے کہ عالمی رائے عامہ فلسطینی انتفاضہ پر اسرائیل کے بے پناہ مظالم کی بنا پر اسرائیل کے خلاف ہو گئی تھی' جس کا اہم ترین مظہر ڈربن کانفرنس میں سامنے آ گیا تھا کہ اقوامِ متحدہ کی اس کانفرنس میں ایک قرارداد پیش ہوئی جو پاس ہونے والی تھی کہ اسرائیل ایک نسل پرست دہشت گرد ریاست ہے' لیکن امریکہ نے اپنا پورا وزن اسرائیل کے پلڑے میں ڈال کر یہ جملہ نکلوایا ہے۔ چنانچہ اسرائیل نے نہایت شاطرانہ انداز میں عالمی رائے عامہ کے رخ کو اسلام اور مسلمانوں کی جانب موڑنے کے لئے یہ حادثہ کروایا ہے جس میں اسے کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مزید برآں یہ اصلاً اس طویل المیعاد منصوبے کی اہم کڑی ہے جو یہودیوں کے عالمی غلبے کے خواب کو پورا کرنے کے لئے زیر تکمیل ہے جس کے ضمن میں صہیونیت نے پورے عالم عیسائیت اور بالخصوص WASP (وہائٹ اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹ عیسائیوں) کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے ضمن میں یہودیوں کی ہٹ لسٹ پر پاکستان اور اس کی ایٹمی صلاحیت بھی بہت اہم مقام کی حامل ہے۔

اس تناظر میں غور کیجئے کہ قرآن مجید میں دو مقامات پر ایک ہی مضمون کی دو

آیات آئی ہیں۔ سورۃ الصف آیت ۹ اور سورۂ توبہ آیت ۳۳ میں فرمایا گیا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ٥﴾

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ (قرآن مجید) اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اس کو سب دین پر چاہے یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔''

سورۂ صف میں اس سے پہلے کی آیت میں بھی اسی مضمون سے ملتی جلتی آیت ہے جہاں فرمایا:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔''

سورۂ توبہ میں بھی مذکورہ آیت سے متصلاً قبل بالکل اسی مفہوم کی آیت موجود ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ان دونوں آیات مبارکہ میں ''یہ لوگ'' سے مراد کون ہیں۔ دراصل دونوں جگہ پر یہودی مراد ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں کی دشمنی اسلام اور حضورؐ کے خلاف بہت پرانی ہے۔ اسی دشمنی کا مظہر غزوۂ احزاب کی صورت میں ہوا تھا جس کا پورا ماسٹر پلان یہودیوں کا تیار کردہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نور کامل ہوا اور پورا جزیرہ نمائے عرب اس نور سے جگمگا اٹھا۔ یعنی چند برسوں کے اندر اندر اللہ کا دین غالب ہو گیا۔

اب ہم اس آخری زمانے کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں جس کا بارہا آپ کے سامنے میں نے احادیث نبویؐ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس دنیا کے خاتمے سے قبل اللہ کا دین کل روئے ارضی پر غالب ہوگا۔ لیکن آج بھی اس کا راستہ روکنے والے سازشی کردار یہود ہیں۔ البتہ پہلے اور آج میں ایک بڑا عظیم فرق واقع ہو چکا ہے۔ پہلے یہودیوں اور عیسائیوں میں گٹھ جوڑ موجود نہیں تھا۔

آج انتہائی خطرناک صورت حال یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی گٹھ جوڑ سو فیصد ہو گیا ہے۔ عیسائیوں میں سے WASP کے نمائندہ ممالک یعنی برطانیہ اور امریکہ تو یہود کے ایجنٹ اور غلام بن چکے ہیں۔ کیتھولکس کو بھی بالآخر یہود نے تسخیر کر لیا ہے۔ چنانچہ پوپ نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے۔ اگرچہ کیتھولکس دل میں یہودیوں کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن عملی طور پر وہ بھی ان کے زیر اثر اور زیر تسلط آ چکے ہیں۔ یہ جاننے کے لئے کہ امریکہ کی موجودہ جنگی تیاریاں کس کے خلاف ہیں Crusade کا لفظ کافی ہے جو بش کی زبان پر غلطی سے آ گیا۔

پہلے بھی صلیبی جنگوں کے لئے فضا یہودیوں نے ہموار کی تھی لیکن اس وقت گیارہویں/بارہویں صدی یعنی سیکنڈ میلینیم کے آغاز میں جو Crusades ہوئے ان میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی بھی پٹائی ہوئی اور ان کا قتل عام بھی ہوا۔ آج صورت حال برعکس ہے۔ اب یہ تھرڈ میلینیم شروع ہوا ہے۔ اس اکیسویں صدی سے جو نئے Crusade ہونے والے ہیں اس میں اگرچہ ابتداءً مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا لیکن اللہ نے جب فرمایا ہے کہ ''ہم نے بھیجا ہے حضرت محمد ﷺ کو دین کے غلبے کے لئے'' تو ان شاء اللہ دین اسلام بالآخر غالب ہو کر رہے گا۔ اس کا مظہر یہ ہے کہ پورے عالم میں احیائے اسلام کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ اور اس سے آگے بڑھ کر جو حالیہ مظہر ہے کہ کفر کے خلاف چھاپہ مار جنگ جہاد کی شکل میں شروع ہو چکی ہے' اسی سے ان کی جانیں کانپ رہی ہیں کیونکہ کفار کو جان بہت عزیز ہے۔

آج کل آپ ٹی وی پر دیکھ رہے ہوں گے کہ کیسے کیسے جنگی جہاز اور دیوہیکل کیریرز' بڑے بڑے بحری جہاز جن کے اوپر جنگی جہازوں کا پورا بیڑہ ہوتا ہے' پوری دنیا سے یہاں آ کر جمع ہو رہے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کیا صرف ایک شخص اسامہ کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے یا صرف طالبان کے لئے؟ دنیوی اعتبار سے کیا حیثیت ہے طالبان کی۔ امریکہ چند دنوں میں پورے افغانستان کو تہس نہس کر کے رکھ سکتا ہے' جیسے کہ عراق کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ اپنا آدمی زمین پر نہیں اتاریں گے' کارپٹ

بمبنگ ہوگی۔لیکن یہودی سن لیں کہ آخری فتح انہیں حاصل نہیں ہوگی۔ٹھیک ہے وقتی طور پر مسلمانوں کونقصان اٹھانا پڑے گا لیکن جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا:

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

افغانیوں پر بھی کوہِ غم ٹوٹا ہے۔وہ پہلے بھی پندرہ لاکھ شہادتیں دے چکے ہیں' مزید دے دیں گے۔لیکن بالآخر اسلام غالب ہوکر رہے گا۔

صورتحال اس وقت یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں گٹھ جوڑ ہو چکا ہے' جبکہ سورۂ مائدہ میں ہے: ''اور ہم نے ان کے درمیان (یعنی یہود ونصاریٰ کے درمیان) قیامت تک کے لئے دشمنی پیدا کر دی۔'' یہ ایک عجیب نکتہ ہے جس کی طرف اس آیت کے حوالے سے کچھ عر قبل ہی میرا ذہن منتقل ہوا۔ یہود ونصاریٰ کی موجودہ دوستی اس بات کی علامت ہے کہ قیامت شروع ہو چکی ہے۔کیونکہ قرآن کہتا ہے ہے ان کی دشمنی قیامت تک رہے گی۔اب دشمنی ختم ہو چکی ہے تو گویا کہ علامات قیامت کا آغاز ہو چکا ہے۔یہود نے تیسری عالمی جنگ کے لئے بھٹی کو دہکا دیا ہے۔اگر آپ ان کی تیاریاں دیکھ رہے ہوں امریکہ کے ٹیلی ویژن پر' یہ ہرگز کسی عالمگیر جنگ کی تیاریوں سے کم نہیں ہے۔خود بھی کہہ رہے ہیں کہ جنگ دس سال جاری رہے گی اور یہ بہت وسیع ہوگی۔اس لئے کہ اسامہ ہی نہیں بلکہ جہاں کہیں بھی مسلم بنیاد پرست ہیں' جہاں کہیں بھی مسلمان فدائی ہیں' جہاں کہیں بھی جہادی قوتیں ہیں' ان سب کا قلع قمع کرنا ہے۔وہ جنگ اب سر پر کھڑی ہے جسے بائبل کی اصلاح میں آرمیگاڈان اور حدیث کی اصطلاح میں الملحمۃ العظمٰی کہا گیا ہے۔درحقیقت اس کے لئے بھٹی دہکا دی گئی ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ اگر اللہ چاہے تو وہ اسے بجھا سکتا ہے تاکہ امت مسلمہ کو کچھ اور مہلت مل جائے اور کچھ اپنی اصلاح کا موقع مل جائے۔اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے انہیں کوئی مہلت مل جائے۔لیکن یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ اس آگ کو بھڑکانے میں اصل ہاتھ' ساری تجویز' ساری منصوبہ بندی یہود کی ہے۔سب سے بڑی ایک شہادت تو میں پچھلے خطاب جمعہ

میں پیش کر چکا ہوں کہ ان کی تفتیش میں یہ رُخ پیدا ہوا کہ ''موساد'' ان واقعات میں ملوث ہے تو اس خبر کو فوراً روک دیا گیا۔ اور اب جو نئی بات آئی ہے کہ پانچ ہزار یہودی ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کام کرتے تھے جبکہ مرنے والے صرف پانچ ہیں۔ باقی کہاں گئے؟ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ یہود کا ہے۔ انہوں نے تیسری عالمی جنگ یعنی آرمیگاڈان یا الملحمۃ العظمیٰ کی آگ بھڑکادی ہے۔

اس ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہے' کاش پرویز مشرف صاحب کو سمجھ آ جائے' کہ یہود کا اصل ٹارگٹ پاکستان اور اس کی ایٹمی صلاحیت ہے۔ وہ اپنی امکانی حد تک کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے' آج نہیں تو کل ضرور ہم پر حملہ کریں گے۔ ٹھیک ہے ابھی امریکہ کے سائے تلے آنے سے وقتی طور پر بچ جائیں' لیکن وہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ کسی اور بہانے سے کوئی اور دھمکی دے کر ہم سے ایٹمی صلاحیت چھین لیں گے۔ جیسے کہ اب بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم صرف یہ نہیں چاہتے کہ اسامہ کو ہمارے حوالے کیا جائے بلکہ ہمیں موقع دیا جائے کہ ہم افغانستان میں جا کر اس کے اڈوں کو دیکھیں۔ اس دھونس کے آگے ظاہر بات ہے منطق تو کام نہیں کرے گی۔ ہاں اللہ کی مدد ہماری واحد جائے پناہ ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ج وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ ط ﴾ (آل عمران: ۱٦۰)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے گا؟''

اسی لئے میں نے آج آغاز میں سورۂ فیل کی تلاوت کی تھی۔ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کیا حشر کیا تھا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ؟ کیا اللہ نے ان کا داؤ غلط نہیں کیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے''۔ ابابیل جیسے نرم و نازک پرندے جن کی چونچوں اور پنجوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر تھے اور انہوں نے رائفل کی گولیوں کا کام کیا' انہیں ختم کر کے ان کا بھرکس نکال دیا۔

خیر یہ تو ساڑھے چودہ سو سال پرانی بات ہو گئی۔ یہ ابھی بیس سال ہی پرانی بات

ہے کہ جب امریکہ کا ایک خفیہ مشن ایران میں آیا تھا اپنے یرغمالی چھڑانے' لیکن ان کا یہ مشن کمانڈوز سمیت ایران کے صحرا کے اندر برباد ہو کر رہ گیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قوت کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔ لہٰذا اللہ کی ذات ہی ہمارے لئے جائے پناہ ہے۔

ہمارے لئے لائحہ عمل یہ ہے کہ حکومت پر پورا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی جناب میں اجتماعی توبہ کی جائے اور اس کے ذریعے سے اللہ کی مدد طلب کی جائے۔ اس کے تین تقاضے ہیں: سیکولرازم یعنی اتاترک کا راستہ چھوڑیئے اور اسلام کے راستے کی طرف آیئے۔ بے حجاب' بے حیا مخلوط معاشرت کو چھوڑیئے' اسلام کے سماجی نظام کو اختیار کیجئے۔ دوسرے یہ کہ انسداد سود کا عمل شروع کیجئے۔ اب تک غیر سودی بینکاری کے ضمن میں جو بھی سفارشات ملی ہیں ان پر عمل شروع کر دیجئے۔ اور تیسرے یہ کہ دستور میں نفاذ شریعت کے راستے میں جو چور دروازے حائل ہیں ان چور دروازوں کو ختم کیجئے اور شریعت کے نفاذ کی جانب مثبت پیش رفت شروع کر دیجئے۔ اگر ہم یہ کام کریں تو بڑے سے بڑا آیا ہوا عذاب بھی ٹل جائے گا جیسا کہ حضرت یونسؑ کی قوم پر آیا ہوا عذاب توبہ کرنے کی وجہ سے ٹل گیا تھا۔ لیکن اگر ہم نے توبہ نہ کی تو سب سے بڑا نقصان ہمارا ہو گا۔ پورے عالم اسلام میں ہمارا جو مقام ہے وہ یکسر ختم ہو جائے گا اور شاید اللہ کے عذاب کی آخری روک بھی راستے سے ہٹ جائے اور عذاب الٰہی ہم پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ ہمیں اس انجام بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

جاٹ فیملی کی ایک ایم بی بی ایس دوشیزہ کے لئے جس کی عمر 24 سال ہے اور ہاؤس جاب کر رہی ہے' زمیندار خاندان سے ہم پلہ دین دار رشتہ درکار ہے۔ ڈاکٹر کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ کے لئے: لاہور فون: 74606556

سرگودھا: (0451)214704-221562-221561

ڈسکہ: (04341)610027

اُمریکی دھونس اور ہمارا طرزِ عمل؟

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف افغانستان پر امریکہ کے متوقع حملے کے ضمن میں پاکستان کی جانب سے تعاون کے سلسلے میں جو دلائل دے رہے ہیں' وہ خالص مادی حقائق اور فوری مصلحت کے اعتبار سے تو درست ہیں ــــ لیکن مادی مفادات سے بالاتر اخلاقیات اور ایک جانب عدل وقسط اور دوسری جانب غیرت وخودداری کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ پھر ان سے بھی بالاتر دین وشریعت کی ہدایات ہیں جن کو ہم کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اسی طرح دور اندیشی کا تقاضا ہے کہ صرف فوری مصلحتوں کے پیش نظر فیصلے نہ کئے جائیں بلکہ دوررس نتائج بھی سامنے رکھے جائیں۔

اس پس منظر میں :

۱...... نیویارک اور واشنگٹن پر دہشت گردانہ حملوں کے ضمن میں امریکہ نے بغیر کسی واضح ثبوت کے جس طرح اسامہ بن لادن کو مجرم قرار دے دیا ہے ــــ وہ عدل وانصاف کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ اور اس صورت میں افغانستان پر حملہ خالص ظالمانہ اور عظیم ترین دہشت گردی کی کارروائی ہوگی ــــ اور اس میں پاکستان کی کسی بھی حیثیت سے معاونت اخلاقی اصولوں اور عدل وقسط کے تقاضوں سے غداری کے مترادف ہوگا۔

۲...... اسی طرح امریکہ جس رعونت کے ساتھ اور متکبرانہ انداز میں پاکستان کو عدم تعاون کی صورت میں ''دشمنی'' کی دھمکی دے رہا ہے' وہ خالص طاقت کی دھونس پر مبنی ہے جس کے سامنے گردن جھکا دینا غیرت وخودداری سے دستبرداری کے مترادف ہوگی۔

۳...... افغانستان ہمارا برادر اسلامی ملک ہے اور اس میں طالبان کی حکومت شریعتِ اسلامی کی بالادستی کے اصول پر کاربند ہے ــــ اس کے خلاف امریکہ کی ظالمانہ کارروائی میں معاونت نہ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ سے بغاوت ہے بلکہ

نظریۂ پاکستان سے بھی صریح غداری ہے۔

۴...... (i) اب یہ واضح ہوتا جا رہا ہے کہ نیو یارک اور واشنگٹن پر دہشت گردانہ حملہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی ''موساد'' نے کرایا ہے تا کہ وہ عالمی رائے عامہ جو فلسطینی انتفاضہ پر اسرائیل کے بے پناہ مظالم کی بنا پر اسرائیل کے خلاف ہو گئی تھی (جس کا اہم ترین مظہر ڈربن کانفرنس میں سامنے آ گیا تھا!) اس کے رخ کو اسلام اور مسلمانوں کی جانب موڑ دیا جائے۔ (ii) چنانچہ یہ اصلاً اس طویل المیعاد منصوبے کی اہم کڑی ہے جو یہودیوں کے عالمی غلبے کے خواب کو پورا کرنے کے لئے زیر تعمیل ہے ــــ اور جس کے ضمن میں صیہونیت نے پورے عالم عیسائیت اور بالخصوص WASP (یعنی وہائٹ اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹ عیسائیوں) کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ (iii) اس منصوبے کے ضمن میں یہودیوں کی HIT LIST میں پاکستان اور خصوصاً اس کی ایٹمی صلاحیت بھی بہت اہم مقام کی حامل ہے۔

لہٰــــــــذا ......

اس وقت امریکہ کے آلہ کار بن کر فوری عافیت حاصل کرنا انجام کار کے اعتبار سے لاحاصل ہے ــــ اس کے برعکس عدل و انصاف' غیرت وحمیت اور دینی تعلیمات کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں خلوص قلب کے ساتھ توبہ کے ذریعے اس کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے فرعون وقت کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جانا چاہئے اور نہ صرف یہ کہ امریکہ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ طالبان کے ساتھ کامل یکجہتی کا مظاہرہ کرنا چاہئے!

(نوٹ: مختصر طور پر یہ تمام باتیں اس اضافے کے ساتھ میں نے ۱۶ ستمبر کی سہ پہر کو جنرل صاحب کے ساتھ ملاقات میں ان کے سامنے رکھ دی تھیں کہ ''اگر آپ نے اس معاملے میں امریکہ کا ساتھ دیا تو پاکستان میں خانہ جنگی کی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے''۔ اعاذنا اللہ من ذالک!)

اب یہ پاکستان کے غیور مسلمان عوام کا کام ہے کہ اس آواز کو پوری قوت سے بلند کریں تا کہ حکومت کوئی غلط رخ اختیار کرنے سے باز رہے ــــ

خاکسار **اسرار احمد**' امیر تنظیم اسلامی

انسانیت کے اصل دشمن

جنّات میں سے ابلیسِ لعین — اور — انسانوں میں سے یہودی ہیں!

امریکی عوام بھی اپنے اصل دشمن کو پہچانیں !!

- ہر مسلمان ہی نہیں' اہل کتاب میں سے بھی ہر شخص جانتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو خلافتِ ارضی عطا فرمائی تو ابلیس لعین نے حسد اور تکبر کی بنا پر بغاوت کر دی اور نسل آدم کو گمراہ کرنے کی قسم کھالی!
- اسی طرح ہر مسلمان اس سے واقف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت اور تکمیل رسالت کا تاج محمد رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر رکھ دیا اور آپ کی امت کو خیر امت قرار دے دیا تو یہودی بھی حسد اور تکبر کی بنا پر نبی اکرمؐ اور آپؐ کی امت کے بدترین دشمن بن گئے!
- مزید برآں یہودی اپنی فقہ کی کتاب ''تالمود'' کی تعلیمات کے مطابق اعلانیہ طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اصل انسان تو صرف ہم ہیں' باقی تمام انسان جنہیں وہ **Gentiles** اور **Goyems** کہتے ہیں انسانوں کی صورت میں اصلاً حیوان ہیں — جنہیں ''استعمال'' **(Exploit)** کرنا اور ہر ممکن طور سے اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھانا ہمارا پیدائشی حق ہے۔

آج عالمی سطح پر ان دونوں انسان دشمن قوتوں کا گٹھ جوڑ

عالم انسانیت کے امن وسکون کو تہ و بالا کرنے پر تل گیا ہے' چنانچہ:

- نیویارک اور واشنگٹن پر دہشت گرد حملے مسلمانوں کی تو فطرت اور مزاج کے بھی بالکل منافی ہیں اور مسلمانوں میں سے کسی بھی فرد یا گروہ کے پاس ان وسائل و ذرائع کا ہونا بھی محال مطلق ہے جو ان حملوں کے لئے لازماً درکار تھے — لامحالہ یہ کام اسرائیل کا ہے جس کے ایجنٹوں کا تانا بانا **(Net Work)** امریکہ میں ہر جگہ اور ہر سطح پر موجود ہے — چنانچہ یہ واقعہ دنیا کے سامنے آچکا ہے کہ جب امریکہ میں تحقیق اور تفتیش کا رخ اسرائیل اور امریکہ میں یہودی لابی کی جانب مڑنے لگا تو اسے حکماً مزید پیش قدمی سے روک دیا گیا۔

✿ اس عظیم ترین حادثے اور گھناؤنی ترین سازش کے ذریعے اسرائیل نے جسے ڈربن کانفرنس میں "نسل پرست اور دہشت گرد" قرار دیا جا رہا تھا' پورے عالم عیسائیت کو گمراہ کر کے مسلمانوں کے خلاف لاکھڑا کیا ہے اور جیسے دوسرے ملینیم کے آغاز پر پہلی صلیبی جنگوں کے ذریعے لاکھوں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا گیا تھا اس طرح اب تیسرے ملینیم کے شروع میں دوسری "صلیبی جنگ" کی بھٹی دہکنے کے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

اِن حالات میں:

✿ ایک جانب تو مسلمانان عالم کا فرض ہے کہ اپنی صفوں میں کامل اتحاد پیدا کریں اور اپنے حکمرانوں کو مجبور کر دیں کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے گٹھ جوڑ کے آلہ کار بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کے طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے قوانین نافذ کر کے اللہ کی امداد کے مستحق بنیں اور اللہ کی نصرت کے بھروسے پر اللہ کے باغیوں اور اس کے رسولِ خاتم ﷺ کے دشمنوں کی جانب سے کسی بھی اقدام کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

✿ اور دوسری جانب امریکی اور یورپی عوام کو بھی چاہئے کہ اپنے اصل دشمن کو پہچانیں اور اس کی سازش کو ناکام بنا دیں ۔۔۔ ورنہ خواہ فوری طور پر مسلمانوں کو بھی کوئی بڑا نقصان پہنچ جائے لیکن آخری اور کامل تباہی تو لامحالہ یہودیوں کی ہوگی اور اس گندی گندم کے ساتھ عیسائی اقوام بھی گھن کی طرح پس جائیں گی!

ساتھ ھی اللہ سے دُعا کرنی چاھئے

کہ جیسے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر یہودیوں کی جانب سے بھڑکائی جانے والی جنگ کی آگ کو اپنے اختیار خصوصی سے بجھا دیا تھا (بمصداق: ﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ﴾ المائدہ: ٦٤) اسی طرح اس عظیم آگ کو بھی اپنے فضل خصوصی سے بجھا دے جو بالعموم پورے عالم انسانیت اور بالخصوص مسلمانوں کے دشمن یہودیوں نے بھڑکا دی ہے ۔۔۔ آمین یارب العالمین

خادم اسلام وقرآن ۔۔۔۔۔۔ امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد عُفی عنہ

الصلوٰۃ الوسطیٰ

قرآن مجید میں سیاقِ کلام اور احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں

انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے والا ہر قاری جب اس آیت پر پہنچتا ہے کہ:

﴿حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ۝﴾

(البقرۃ: ۲۳۸)

''خبردار رہو سب نمازوں سے' اور بیچ والی نماز سے' اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے''۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

تو لامحالہ نماز کی محافظت کے ضمن میں ''الصلوٰۃ الوسطیٰ'' کے خصوصی ذکر پر چونک جاتا ہے اور جاننا چاہتا ہے کہ یہ کس نماز کی طرف اشارہ ہے۔ عام قاری یقیناً تفاسیر ہی کی طرف رجوع کرتا ہے (یا علماء سے رجوع کرے گا۔ اور بالواسطہ یہ بھی تفاسیر ہی سے رجوع ہے کہ وہ بھی کسی تفسیر زیر مطالعہ سے دیکھ کر یا ذاتی مطالعہ اور ذوق سے ذہن میں موجود مفہوم کو بیان کر دیں گے)۔

تفاسیر میں اس آیت کی تشریح اور الصلوٰۃ الوسطی کے تعین کے بارے میں تقریباً یکساں عبارت اور جملے ملتے ہیں۔ مثلاً تفسیر عثمانی میں ہے:

''بیچ والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے۔ اس کی زیادہ تاکید فرمائی کہ اس وقت دنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور فرمایا کھڑے رہو ادب سے' یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ نماز نہیں پڑھتے ......''

اسی طرح ضیاء القرآن میں پیر کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

''درمیانی نماز سے کون سی نماز مراد ہے' اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ عصر کی نماز ہے۔ حضرات علیؓ ابن مسعود و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہم کا یہی قول ہے اور امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے...... ''

صاحب تدبر قرآن جناب امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

''والصلوٰۃ الوسطیٰ کے لفظی معنی تو بیچ والی نماز کے ہیں اور اسلوبِ کلام صاف شہادت دے رہا ہے کہ یہ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس خاص سے کیا مراد ہے' تو اس کے جواب میں اہل تاویل نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ زیادہ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ ہمارا اپنا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے...... ''

صاحب تفہیم القرآن مولانا مودودی فرماتے ہیں:

ترجمہ : ''اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو' خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو۔ اللہ کے آگے اس طرح کھڑے رہو جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں''۔

تشریح :اصل میں لفظ ''الصلوٰۃ الوسطیٰ'' استعمال ہوا ہے۔ اس سے بعض مفسرین نے صبح کی نماز مراد لی ہے' بعض نے ظہر' بعض نے مغرب اور بعض نے عشاء کی۔ لیکن ان میں سے کوئی قول بھی نبی ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ صرف اہل تاویل کا استنباط ہے۔ سب سے زیادہ اقوال نماز عصر کے حق میں ہیں...... ''

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''کثرت سے علماء کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے...... ''

انگریزی تفسیر میں عبداللہ یوسف علی صاحب لکھتے ہیں:

"271-The Middle Prayer-Salat ul wusta may be translated 'the best or most excellent prayer' ....the weight of authorities seems to be in favour of interpreting this as the Asr prayer..."

اب تک کی تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ الصلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد زیادہ تر عصر کی نماز ہے۔ تاہم مفسرین نے باقی نمازیں بھی اس سے مراد لی ہیں۔ زیادہ تر مفسرین نے

جنگ احزاب کے دن ہونے والے اُس واقعے سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی نماز عصر فوت ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

((مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ)) [متفق علیہ]

''اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہم کو بیچ والی نماز سے مصروف رکھ کر روک دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا''۔

یہاں لفظ ''الصلوٰۃ الوسطیٰ'' آیا ہے۔اس سے تعین کے ساتھ عصر کی نماز مراد ہے۔اکثر علماء و مفسرین نے مندرجہ بالا آیت میں بھی اسی حدیث کی روشنی میں الصلوٰۃ الوسطیٰ سے نماز عصر ہی مراد لی ہے۔

زیادہ تر مفسرین کرام نے پھر نماز عصر کے پیش نظر عصر کے وقت کی اہمیت و نزاکت پر بحث کی ہے۔ اور جن حضرات نے دوسرے معنی کئے ہیں انہوں نے دوسرے اوقات کی اہمیت اور انسانی طبعی رجحانات کے پیش نظر رکاوٹوں کا ذکر کیا ہے۔

ان سطور میں اس بات کی ایک طالب علمانہ کوشش کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں سیاقِ کلام' نظم قرآن اور دیگر داخلی شہادتوں کے ساتھ ساتھ عام انسانی جبلی تقاضوں اور رجحانات کی روشنی میں ''الصلوٰۃ الوسطیٰ'' کے معنی کا تعین ہو سکے۔

اس مقصد کے پیش نظر آگے کی گفتگو درج ذیل مباحث پر مشتمل ہوگی:

۱) الفاظ کی لغوی بحث

۲) سیاقِ کلام میں ''الصلوٰۃ الوسطیٰ'' کی ترکیب کے تقاضے

۳) قرآن حکیم کی دیگر شہادتیں اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ سے اقتباس

۴) حاصل کلام

اب آیئے اسی ترتیب سے گفتگو کرتے ہوئے مدعا تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیت زیر مطالعہ میں محافظت' الصلوٰۃ الوسطیٰ اور قنوت کے الفاظ اہمیت کے حامل ہیں۔لفظ محافظت باب مفاعلہ ہے حفظ سے اور قرآن حکیم میں اس فعل کے ثلاثی مجرد

اور مزید فیہ میں کئی مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔ ثلاثی مجرد میں حافظ اور حافظون بہت زوردار معنی میں استعمال ہوئے۔ جیسے فرمایا گیا:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر : ۹)

''بے شک ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں''۔

اسی طرح سورۂ توبہ آیت ۱۱۲ میں اہل ایمان کی مختلف شانیں بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ﴾

''اور وہ حفاظت کرنے والے ہیں ان حدود کی جو اللہ نے باندھی ہیں''۔

حفظ' حافظ' حافظون اور حافظات کے الفاظ کسی معین شے کی حفاظت اور اس میں کسی قسم کی دخل اندازی اور رخنہ اندازی کے علاوہ misuse سے بھی بچانے کا زوردار داعیہ رکھنے کے مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے:

﴿وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ﴾ (المؤمنون:۵)

''اور وہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کو تھامتے ہیں''۔

جبکہ باب مفاعلہ میں مُحافظة سے حَافِظْ اور حَافِظُوْا امر کے صیغے ہیں۔ اس میں ایک تو مقاتلہ کی طرح کسی دوسرے فریق یا داعیے کے خلاف مقابلہ کر کے حفاظت کرنے کا مفہوم ہے' اور یہ علٰی کے اضافے کے ساتھ استعمال ہوا ہے جس کے معنی بار بار ایسا کرنے کے ہیں۔ دیگر ابواب سے بھی یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ ہم اس سے اس وقت صرف نظر کر رہے ہیں۔

الصلوٰة الوسطیٰ — لفظ صلوٰۃ تو بالاتفاق نماز کے معنی میں ہے اور آیت میں آگے لفظ ''قُوْمُوْا'' اور قنوت سے یہ بات مؤکد ہوتی ہے کہ یہ نماز کے لئے ہی آیا ہے۔ الوسطیٰ: وسط' اوسط سے مؤنث وسطیٰ۔ اس کے معنی بہترین بھی لئے گئے ہیں اور سامنے کی اور بیچ کی چیز کے بھی۔ بیچ کی چیز یا آڑے آنے والی چیز زیادہ قرین قیاس ہے۔ جنگ احزاب کے دن والے واقعے میں یہی ہوا کہ کفار و معاندین سے مسلمانوں کا مقابلہ جاری تھا اور ہمہ وقت مستعدی اور vigiliance کے نتیجے میں نماز کا وقت

آیا اور نکل گیا۔ اس کیفیت میں یہ امکان بھی ہے کہ نماز کے وقت کا احساس تھا مگر اس کے باوجود ممکن نہ ہوا اور یہ امکان بھی ہے کہ بعض حالات میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ لہٰذا الصلوٰۃ الوسطٰی وہ نماز ہو گی جو کسی شدید مشغولیت میں ہونے پر سرے سے بھول جائے یا یاد ہونے کے باوجود بالارادہ یا غیر ارادی طور پر آدمی ادا نہ کرے یا اس مشغولیت سے نکل کر ادا کر لی جائے۔ مثلاً آج کے کاروباری حضرات کے لئے ظہر، عصر، مغرب، عشاء سب الصلوٰۃ الوسطٰی کے ضمن میں ہوں گی۔

قنوت کا لفظ "لزوم الطاعة مع الخضوع" یعنی اللہ کی اطاعت لازم پکڑنا عاجزی کے ساتھ۔ قُومُوا کا اضافہ کر کے ہر مشغولیت سے اٹھ کھڑے ہونے کا مفہوم سامنے لایا گیا ہے۔

آیت زیرِ مطالعہ سورۂ بقرہ میں جس مقام پر واقع ہوئی ہے وہ قرآن مجید میں عائلی قوانین —— نکاح و طلاق کے معاملات کی سب سے طویل اور مفصل بحث کا تکمیلی اور concluding حصّہ ہے۔

گویا بندۂ مؤمن یا مؤمن بندی (مرد ہو یا عورت) کے لئے ایک گھریلو زندگی میں جہاں ان احکام کی پیروی ضروری ہے اور ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جن کا تذکرہ ان چار رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے، وہیں اس آیت میں درج ہدایات کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان رکوعوں میں عورت و مرد یا میاں بیوی کے درمیان بعض پابندیوں کا ذکر ہے، پھر علیحدگی کی شکل میں طلاق کی تفصیل اور بچوں کے معاملے میں رضاعت کا ذکر ہے۔ مہر کی ادائیگی وغیرہ جیسے امور پر بحث کی گئی ہے جو گھر کے ادارے میں میاں بیوی کے درمیان ناموافقت کی صورت میں پیش آ سکتے ہیں۔

دوسری صورت وہ ہے کہ میاں بیوی میں حد درجہ محبت و موافقت کے نتیجے میں دوسری انتہائی صورت پیدا ہو جائے کہ اللہ کے احکام کی وقعت کم ہونے لگے اور نماز جیسی عبادت، جو ہر روز پانچ مرتبہ وقت کے تعین کے ساتھ فرض ہے، کی اہمیت نگاہوں میں نہ رہے۔ آیت زیرِ مطالعہ میں اس پہلو پر بڑے لطیف اور بلیغ انداز میں توجہ دلائی گئی ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ توجہ ادھر بھی رہنی چاہئے۔ گویا متاہل زندگی میں مؤمن

مَرد اور مؤمن عورت کے درمیان جو تعلقات استوار ہوں اور محبت و مودت کا جو رشتہ قائم ہو وہ دینی فرائض اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے فریم کے اندر اندر ہی رہنا چاہئے۔

آیت زیر مطالعہ میں نماز کی محافظت کے ضمن میں پہلے عمومی موانع اور مشکلات سے متنبہ رہنے اور چوکنا رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر عام سے خاص کی طرف توجہ دلانے کے لئے خصوصی طور پر ان نمازوں کی محافظت پر زور دیا گیا ہے جو بندۂ مؤمن کی گھریلو زندگی اور مصروفیات کے دوران آتی ہیں اور ان نمازوں کے راستے میں جو رکاوٹیں آئیں (یعنی بیویوں سے محبت اور ان کی دلجوئی' اولاد کے ساتھ وقت گزارنا اور گھریلو مصروفیات وغیرہ) ان کو فوراً بھانپ لینے اور ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

الصلوٰۃ الوسطیٰ کے مزید تعین اور اس کے اہم ترین درجے کے پہچاننے میں قرآن فہمی کے دوسرے اصول سے کام لیں تو مزید انشراح صدر حاصل ہوگا اور حکمت قرآنی کے کئی مزید گوشے سامنے آئیں گے۔ وہ اصول ہے ''اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا'' یعنی ایک ہی مضمون قرآن حکیم میں ایک سے زیادہ بار ذکر ہو تو گویا ایک حصہ دوسرے حصے کی مبہم تفاصیل کو واضح کر دے گا۔

گھریلو زندگی سے متعلق سورۂ نور میں ستر کے احکام (گھر کے اندر کا پردہ) کا ذکر ہے اور آیت ۵۸ میں فرمایا گیا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝﴾

''اے ایمان والو! اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں (لونڈی یا غلام) اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل (بلوغ) کی حد کو تین بار۔ فجر کی

نماز سے پہلے اور جب تم اتار رکھتے ہو اپنے کپڑے دو پہر میں اور عشاء کی نماز کے پیچھے۔ یہ تین وقت ہیں بدن کھلنے کے تمہارے (اور گویا کہ دوسروں سے چھپنے کے) کچھ تنگی نہیں تم پر نہ ان پر ان وقتوں کے پیچھے (علاوہ) پھرا ہی کرتے ہیں ایک دوسرے کے پاس۔ یوں کھولتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے آگے باتیں' اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

بندۂ مؤمن کی نجی زندگی میں' چاہے شادی شدہ عورت ہو یا شادی شدہ مَرد' یہ اوقات قربت کے ممکنہ مواقع کے ہو سکتے ہیں اور ایسے موقع پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا موسم کی مناسبت (سردی یا گرمی)' گھریلو حالات (جائنٹ فیملی یا علیحدہ رہائش)' غسل کے انتظامات (اٹیچڈ باتھ یا دیگر مشترکہ سہولت) اور طبعی کسل مندی کے علاوہ اضافی طور پر شیطان اور نفس کی وسوسہ اندازی کی وجہ سے غسل کو عام طور پر delay کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

اوپر درج آیت میں اگرچہ ایسے مواقع تو تین ذکر کئے گئے ہیں تاہم عملاً اس کی سرحد پر دو ہی نمازیں واقع ہوتی ہیں' رات کو فجر اور ظہر کے بعد نماز عصر۔ فلہٰذا............اس آیت کی رو سے شادی شدہ زندگی میں الصلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے یا نماز فجر۔ اور بندۂ مؤمن کو ان ہر دو میں سے جو نماز بھی آڑے آ رہی ہو اس کا اہتمام کرنے اور نفس کے مرغوبات سے علیحدہ ہو کر اللہ کی عبادت کے لئے مَرد اور عورت کو عاجزی سے کھڑے ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ گھر گرہستی کی زندگی میں الصلوٰۃ الوسطیٰ نماز فجر یا نماز عصر ہے۔ اور اس کی بروقت ادائیگی عام طور پر دشوار ہو جاتی ہے اور عملی طور پر بھی ان نمازوں کے بارے میں گھروں میں شدید کوتاہی پائی جاتی ہے۔ نئے شادی شدہ جوڑے تو کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہی ہیں' ادھیڑ عمر کے مسلمان بھی ان نمازوں کی بروقت ادائیگی میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ کوتاہی شوہروں میں بھی بہت ہے تاہم بیویوں میں زیادہ ہے اور عام طور پر اکثر عورتیں اس طرح کی نماز فجر یا نماز عصر کو قضا کر

دیتی ہیں۔

اس تقصیر میں یقیناً اگر شوہر کی قوامیت' جبر وقہر اور ہر قیمت پر اپنی خواہش کو پورا کرنے کا جذبہ کارفرما ہوتو اس گناہ کا زیادہ بوجھ بھی اسی کے حصّے میں آئے گا اور اگر بیوی کی کسل مندی اور طبعی سستی کو دخل ہے تو اس کے لئے نمازوں کو قضا کرنا آخرت میں وبال جان بنے گا۔

میانہ روی اور اعتدال کا تقاضا یہ ہے کہ والدین بھی اولاد کی شادی اور رخصتی کے موقع پر نمازوں کی بروقت ادائیگی کی تلقین کریں اور شوہروں کو بھی ہر قیمت پر اپنے جذبات کی تسکین کی بجائے مصالحانہ' مشفقانہ اور معتدل رویہ اپنانا چاہئے تاکہ میاں بیوی دونوں اس دنیا میں بھی پرسکون زندگی بسر کرسکیں اور آخرت میں رضاء الٰہی کا حصول ممکن ہوجائے۔ گویا الصلوٰۃ الوسطیٰ کا التزام اور محافظت بہت ضروری ہے۔ اس کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور اوپر سورۂ نور کی آیت کے حوالے سے جن تین مواقع کا ذکر ہے ان تخلیہ کے لمحات کو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرکے تقربِ خداوندی کا ذریعہ بنانا چاہئے جو کہ ذرا سی محنت اور توجہ سے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ کام ذرا مشکل ضرور ہوگا ناممکن نہیں ہے۔

آیت زیرِ مطالعہ میں آغاز میں عمومی محافظت صلوٰۃ کا تذکرہ ہے اور پھر خاص کی طرف توجہ کو مبذول کرایا گیا ہے۔ اس انداز میں اگر استدلال کو منطقی طور پر مزید آگے بڑھایا جائے تو اہل دل اور اہل ذوق کے لئے ایک اور لطیف اشارہ بھی ملتا ہے۔

نمازِ فجر رات کے لمحاتِ تخلیہ میں آڑے آتی ہے اور نمازِ عصر دن کے ظہیرہ (قیلولہ) کے لمحات میں اللہ کی یاد دلاتی ہے۔ یہاں ذرا رُک کر غور کریں اور ایمان کے درجات کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھیں تو حکمت کا ایک اور دروازہ کھل جاتا ہے۔

حقیقی ایمان کے درجات بے شمار ہیں۔ تاہم سورۂ واقعہ میں مقربین کو سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز بتایا گیا ہے۔ اسی طرح محسنین کو دیکھیں یا صادق الایمان کی اصطلاح

کی حقیقت پر نظر کریں' عاشقانِ ذاتِ الٰہی کا گروہ ہو یا عاشقانِ رسول ﷺ ہوں' مؤمن کامل کہہ لیں یا مَردِ مؤمن' بات اتنی سی ہے کہ اس درجے کے اہل ایمان کے نزدیک پانچ فرض نمازوں کے علاوہ تہجد کا اہتمام بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور لسانِ رسالت ﷺ سے اس کی فضیلت پر بہت سی صحیح حدیثیں کتب احادیث میں وارد ہیں۔

جناب حضرت محمد ﷺ کے لئے تو نمازِ تہجد کی اہمیت بہت ہی زیادہ تھی تاہم آپ کے امتیوں میں سے بھی جس جس کا ایمان ایک خاص درجہ تک ترقی کرتا ہے اس کے لئے نماز تہجد کا التزام اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

فلہذا...... عموم سے خاص کی طرف استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ نماز فجر وعصر میں سے نماز فجر سے رات کے تخلیہ کے کنارے پر نماز تہجد سمجھی جائے' یعنی ایمان کے اعلیٰ درجات کا تقاضا یہ ہے کہ متاہل زندگی میں میاں اور بیوی دونوں کے لئے نماز فجر کا اہتمام تو ہونا ہی چاہئے بلکہ نماز تہجد کو بھی کماحقہا اہمیت دیتے ہوئے اس کو بھی الصلوٰۃ الوسطیٰ سمجھ کر ہوشیار ہو جانا چاہئے اور اس کا بھی اہتمام ضروری ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ تو اس نماز کا شایان شان اہتمام فرماتے ہی تھے جو انہی کے مقامِ بلند کی مناسبت سے تھا' تاہم آپ نے عام اہل ایمان کے لئے ترغیب وتشویق کے انداز میں اس کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے کسی مؤمن میاں بیوی (بالخصوص جوان) کی مثال دے کر ایک حدیث میں دعا دیتے ہوئے مقامِ مدح میں فرمایا کہ اگر مَرد تہجد کے لئے اٹھے تو بیوی کو جگائے اور سستی کرنے پر بے تکلفی کی وجہ سے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے' اور اگر بیوی اٹھ جائے تو وہ شوہر کو جگائے اور سستی پر اسی طرح اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے ڈالے تاکہ نیند سے بیدار ہو جائے اور دونوں اللہ کے حضور عبادت میں لگ جائیں۔ ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ o﴾

جناب نبی اکرم ﷺ تو تہجد کا بھی بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اور اس کی کیفیت پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات شاہد ہیں' تاہم آپؐ منفرد شان

کے مالک تھے تو آپؐ کے معاملات میں بھی انفرادی شان پائی جاتی ہے اور اس کا climax اور ذروۂ سنام ایک روایت ہے جو اگر چہ بعض وجوہات کی بناء پر ہم یہاں نقل نہیں کر رہے تاہم اس کو تفسیر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیرؒ نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات ۱۹۰ تا ۱۹۵ کی تفسیر میں تین اصحابؓ کے سوال پر کہ آنحضرت ﷺ کی کون سی ادا سب سے عجیب تھی' حضرت عائشہؓ کی روایت سے درج کیا ہے' وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

☆ قرآن مجید میں نمازوں کی حفاظت کا عمومی حکم بھی ہے اور اہل ایمان کی شان یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی مطلقاً حفاظت کرتے ہیں۔ اور حدیث میں وقت پر نماز کی ادائیگی کو افضل نماز کہا گیا ہے۔ (سورۃ المؤمنون' سورۃ المعارج)

☆ آیت زیر مطالعہ میں امر کے صیغے کے ساتھ گھریلو اور متاہل زندگی کے پس منظر میں اہل ایمان کو نمازوں کی محافظت کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا یہاں خصوصی مرغوبات اور نفس کی پسندیدہ چیزوں کے علی الرغم نمازوں کی پابندی اور اہتمام کا اشارہ ہے۔

☆ عام سے خاص کی طرف سلسلہ کلام میں الصلوٰۃ الوسطیٰ کہہ کر گھریلو زندگی میں ہر نماز اور مؤمن مرد اور عورت (میاں بیوی) کے رات کے تنہائی کے لمحات کے بعد نماز فجر اور دوپہر کے قیلولہ کے بعد نماز عصر کے خصوصی اہتمام کا حکم ہے۔

☆ مزید گہرائی میں جائیں تو حکمت قرآنی اور حکمت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ خزانہ بھی سامنے آتا ہے کہ اس مقام پر مؤمن شوہر اور مؤمن بیوی کے لئے نماز تہجد کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ لہٰذا پہلے درجے اور اعلیٰ ترین مقامِ بندگی پر فائز اہل ایمان کے لئے الصلوٰۃ الوسطیٰ نماز تہجد بھی ہو سکتی ہے۔ اگر چہ ہمارے لئے یہ فرض نہیں تاہم اس کی فضیلت اپنی جگہ پر ہے۔

گویا...... مفسرین کے اقوال کے مطابق الصلوٰۃ الوسطیٰ تو ان ہی پانچ نمازوں میں سے ہی کوئی قرار پائی اور نمازِ فجر اور نماز عصر پر زورِ استدلال ہے' تاہم مندرجہ بالا صفحات میں کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کے قرائن اور احادیث اور سنّت نبویؐ سے اس کو مدلل کر کے پیش کیا جائے تا کہ ہر قاری نہ صرف نتیجہ تک پہنچ سکے بلکہ اس کے ساتھ استدلال کی کڑیاں خود ملانے پر اس کو ایک درجے میں اطمینان قلب بھی میسر ہو' تا کہ وہ یکسوئی اور بھرپور جذبۂ عمل کے ساتھ اس چیز کے حصول میں لگ جائے جس ذوق و شوق اور لگن کا یہ آیت تقاضا کرتی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ راقم نے اگرچہ اپنی امکانی حد تک کوشش کی ہے کہ الصلوٰۃ الوسطیٰ کے مفہوم کو واضح کر سکے' تاہم اگر کہیں غلطی اور استدلال کی کجی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اس کو درست کیا جا سکے۔

قرآن حکیم کے اسباق

ابتدائی عربی گرامر جاننے والوں کے لئے مطالعۂ قرآن حکیم کے اسباق مرتب کیے گئے ہیں۔ لیکن ان سے وہ لوگ بھی استفادہ کر رہے ہیں جو عربی گرامر نہیں جانتے۔ ان اسباق میں الفاظ کے معانی' جملے کی ترکیب اور ترجمے کے ساتھ ضروری وضاحتیں دی گئی ہیں۔ سورۃ البقرۃ کے 34 اسباق مرتب ہو چکے ہیں۔ سورۂ آل عمران کے اسباق مرتب کرنے کا کام جاری ہے۔

ان اسباق کی کوئی فیس نہیں ہے۔ اپنے ذاتی کوائف بھیج کر بطور نمونہ پہلے تین اسباق طلب کر لیں۔ اس کے بعد مطالعہ کو جاری رکھنے یا ترک کرنے کا فیصلہ کریں۔

البلاغ فاؤنڈیشن

60-A' ایف۔ سی۔ سی' گلبرگ۔ IV' لاہور' فون: 5710183

ای میل: anees287@one.net.pk

بحث و نظر

دعوت کے پہلے ہی حکم میں
حکومت الٰہیہ کا اعلان

مفتی کلیم رحمانی، پوسد (مہاراشٹر، بھارت)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یاَیُّھا الْمُدَّثِّرُo قُمْ فانْذِرْo وَرَبَّکَ فکبِّرْo وَثیابک فطھِّرْo والرُّجْزَ فاھْجُرْo ولا تَمْنُنْ تَسْتکثِرْo ولِرَبِّک فاصْبِرْo﴾ (المدثر: ۱ تا ۷)

''اے چادر اوڑھنے والے! اٹھئے اور ڈرایئے۔ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کیجئے۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھئے۔ اور گندگی سے دور رہئے۔ اور زیادہ چاہنے کے لئے احسان مت کیجئے۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے''۔

مذکورہ سات آیات وہ ہیں جو آنحضور ﷺ پر دوسری وحی میں نازل ہوئیں۔ پہلی وحی میں سورۂ علق کی چند ابتدائی آیات نازل ہوئی تھیں جس کی پہلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکومتِ الٰہیہ کی فکر کو پیش کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایک مدت تک وحی کا سلسلہ بند رہا جس میں آنحضور ﷺ بہت غمگین رہا کرتے تھے۔ اسی مدت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا ''ایک مرتبہ میں راستہ سے چل رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں خوف زدہ رہ گیا یہاں تک کہ میں زمین پر گر گیا۔ میں گھر آیا اور کہا مجھ کو کپڑا اڑھا دو۔ انہوں نے مجھے کپڑا اڑھا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔'' (بخاری و مسلم)

دعوت کے حکم کے لحاظ سے یہ پہلی وحی ہے کیونکہ اس سے پہلے جو وحی نازل ہوئی تھی اس میں دعوت کا حکم نہیں تھا۔ مذکورہ آیات میں جو باتیں قابلِ توجہ ہیں ان میں

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دعوتِ دین کا کام اپنے ذاتی راحت و آرام کو قربان کر دینے اور ہر قسم کی گھبراہٹ سے بے نیاز ہو جانے کا متقاضی ہے، چنانچہ یہ بات نزول وحی کی کیفیت میں پورے طور پر پائی جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ حکم اس وقت بھی نازل کر سکتا تھا جب آنحضور ﷺ کسی قسم کی گھبراہٹ میں نہ ہوتے اور آرام فرما رہے ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں یہ وحی نازل فرما کر آنحضور ﷺ اور امتِ مسلمہ کو گویا یہ واضح پیغام دے دیا کہ دعوتِ دین اور حکومت الٰہیہ کے قیام کا کام ذاتی راحت و آرام اور دنیا کے ہر قسم کے ڈر و خوف سے بے نیاز ہو جانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دعوت دین اور حکومتِ الٰہیہ کا کام ذاتی راحت و آرام و گھبراہٹ سے مقدم ہے، اور آنحضور ﷺ کی پوری زندگی اس کا کامل نمونہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ دعوتِ دین اور حکومتِ الٰہیہ کے کام میں آپ ﷺ نے کبھی اپنے ذاتی راحت و آرام اور ڈر و خوف کی پرواہ نہیں کی۔

دوسری آیت میں جو بات قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ کھڑے ہونے کا لفظ کسی کام کے لئے ہمیشہ تیار رہنے اور دوڑ دھوپ کے لئے بولا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دعوتِ دین اور حکومتِ الٰہیہ کا کام ہمیشہ تیاری اور دوڑ و دھوپ کا متقاضی ہے۔ تیاری اور دوڑ دھوپ کے بغیر یہ کام انجام نہیں پا سکتا۔

اسی آیت میں ایک اور بات جو کہ قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ڈرانے (خبردار کرنے) کا حکم دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کے غضب و عذاب سے ڈرایا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتدائی دعوت اور اللہ کے غضب و عذاب سے ڈرانے میں بہت گہرا تعلق ہے۔ جو شخص اسلام کی ابتدائی دعوت میں اللہ کے غضب و عذاب کے بجائے اس کے عفو و انعام کو پیش کرے تو دعوت کا یہ طریقہ اللہ کے تلقین کئے ہوئے طریقہ کے خلاف ہے۔ اللہ کا تلقین کیا ہوا طریقہ یہ ہے کہ مخاطبین کے

سامنے صرف اللہ کے غضب و عذاب کو پیش کیا جائے تا کہ ان کے اندر اللہ کا ڈر پیدا ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ مکی میں جو قرآن نازل ہوا اس میں اللہ کے عفو و انعام کی بہ نسبت اللہ کے غضب و عذاب کا ذکر زیادہ ہے' کیونکہ اس دور میں اسلام کی دعوت ابتدائی مرحلہ میں تھی اور اس کے اولین مخاطبوں کی اکثریت نافرمانوں پر مشتمل تھی۔

خود آنحضور ﷺ کو یہی حکم تھا کہ لوگوں کو اللہ کے غضب و عذاب سے زیادہ سے زیادہ ڈرایا جائے اور اسی حکم کے مطابق آنحضور ﷺ نے لوگوں کے سامنے اللہ کے غضب و عذاب کو زیادہ سے زیادہ پیش کیا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ (الشعراء: ٢١٤) یعنی ''اپنے خاندان کے قریبی لوگوں کو ڈرایئے'' تو آنحضور ﷺ کوہِ صفا پر چڑھے اور قریش کے مختلف قبائل کو آواز دی۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ''بتلاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ پہاڑ کی اس جانب ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم سچ مانو گے؟'' سب نے کہا' ہاں کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ''سن لو میں تم کو سخت عذاب سے پہلے ڈرا رہا ہوں''۔ ابولہب کہنے لگا: تیرے لئے ہلاکت ہو' کیا تو نے ہم کو اسی لئے جمع کیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

مذکورہ حکم اور حضور کے طریقہ دعوت میں دین کے داعیوں کے لئے ایک بہت بڑا پیغام موجود ہے۔ وہ یہ کہ اسلام کی ابتدائی دعوت میں لوگوں کو اللہ کے غضب و عذاب سے زیادہ سے زیادہ ڈرایا جائے اور مثال بھی دی جائے تو ایسی دی جائے جس میں ڈر موجود ہو' جیسا کہ حضور ﷺ نے لشکر کے حملہ کی مثال دی' کیونکہ دنیوی لحاظ سے سب سے بڑا ڈر لشکر کے حملہ کا ہوتا ہے۔ اور اس سلسلے میں کسی کی پرواہ نہ کی جائے اور نہ بدسلوکی سے ڈرا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے آج دعوتی میدان سے یہ دونوں ہی چیزیں غائب ہو چکی ہیں اور وہ اس طرح کہ دین کے داعی لوگوں کو اللہ سے کم ڈراتے ہیں اور سبز باغ زیادہ دکھاتے ہیں اور صحیح طریقہ سے دعوت پہنچانے کی فکر کم کرتے ہیں

جبکہ اپنے آپ کو بچانے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ نہ صرف غیر مسلم اسلام کے صحیح پیغام سے محروم رہے بلکہ خود بہت سے مسلمان اسلام کی بیشتر تعلیمات سے ناواقف رہے، خصوصاً وہ تعلیمات جو اسلام کے غلبہ سے متعلق ہیں۔

آنحضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ دعوت میں ڈر کے پہلو کو پیش کیا بلکہ اہل ایمان کی تعلیم و تربیت میں بھی ڈر کے پہلو کو غالب رکھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے اور جو انبیاء کے بعد سب سے افضل انسان شمار ہوتے ہیں، اپنے متعلق کہتے ہیں کہ ''کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا''۔ کبھی کہتے ''کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے''۔ کبھی کہتے ''کاش میں کسی مؤمن کا بال ہوتا''۔ ایک مرتبہ باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری اور کہا ''تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے، پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ سے کوئی حساب نہیں''۔ (تاریخ الخلفاء)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن و حدیث میں اللہ کے انعام و اکرام کی خوش خبری بھی ہے لیکن یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان قبول کر کے اس کے تقاضوں کو پورا کریں۔ تیسری آیت میں جو بات قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ یہ حکم آپؐ کے توسط سے پوری امتِ مسلمہ کے لئے ہے، جیسا کہ رب کی تعریف میں یہ بات آچکی ہے کہ رب کے معنی قانون ساز و حکمران کے ہیں اس لئے اب مذکورہ حکم کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی قانون سازی و حکمرانی کی بڑائی کا اعلان کیجئے اور اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اس زمین پر اللہ کی قانون سازی و حکمرانی کو قائم کیجئے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام کی ابتدائی دعوت اور حکومتِ الٰہیہ کی دعوت میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر اسلام کی ابتدائی دعوت حکومت الٰہیہ کی فکر و دعوت سے خالی ہو تو یہ ایک ناقص دعوت ہے۔ یہ دعوت کسی

انسانی دین کی دعوت ہوسکتی ہے' خدائی دین کی دعوت نہیں ہوسکتی۔ اس حکم سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ پہلی وحی اور دوسری وحی میں بہت گہرا ربط ہے۔ وہ یہ کہ پہلی وحی میں اللہ تعالیٰ نے ﴿اِقْـرَاْ بِـاسْـمِ رَبِّکَ﴾ فرما کر حکومت الٰہیہ کی فکر کو پیش کر دیا اور دوسری وحی میں ﴿وَرَبَّکَ فَـکَبِّـرْ﴾ فرما کر حکومت الٰہیہ کی فکر اور اس کے قیام کے تصور کو اسلام کی ابتدائی دعوت ہی سے اس لئے جوڑ دیا کیونکہ جس عقیدہ وعمل کے ساتھ کسی حکومت کی فکر وقوت نہ ہو وہ عقیدہ وعمل نہ دنیا میں قرار پا سکتا ہے اور نہ نشو ونما اور نہ صحیح حالت میں باقی رہ سکتا ہے' چاہے وہ عقیدہ وعمل کتنا ہی اچھا ہو۔ اسی طرح انسانوں کی بہت سی ضروریاتِ زندگی کا نظم کسی بھی حکومت کی فکر وقوت سے جڑا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ کسی حکومت کے وجود سے خالی نہیں ہوسکتا۔ یا تو وہ حکومت عادل ہوگی یا باطل۔ اب اگر حق پرستوں کے پاس کسی حکومت کی فکر وقوت نہ ہو تو لازماً انہیں اپنے بہت سے مسائل کے حل کے لئے باطل حکومت کا محتاج ہونا پڑے گا اور پھر باطل حکومت ضرور ان کے عقیدہ وعمل پر اثر انداز ہوگی۔ ایک دوسرے پہلو سے بھی حق پرستوں کے لئے حکومت الٰہیہ کی ضرورت ناگزیر ہو جاتی ہے' وہ یہ کہ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ باطل حکومت نے ہمیشہ حکومتی فکر وقوت کے بل بوتے پر حق اور اہل حق کو دبانے اور مٹانے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے باطل حکومت کا مقابلہ کسی حکومت ہی سے کیا جا سکتا ہے اور وہ حکومت الٰہیہ ہی ہوسکتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی میں حکومتِ الٰہیہ کی فکر دے کر اہل ایمان پر بہت بڑا احسان کیا ہے تا کہ ایمان والے ایمان قبول کرنے کے ساتھ ہی حکومتِ الٰہیہ کی فکر سے جڑے رہیں اور کسی باطل حکومت کے محتاج نہ بنیں اور نہ اس کی فکر وقوت سے مرعوب ہوں۔ لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ آج لاکھوں (مسلمان) برس ہا برس سے ایمان کی حالت میں ہونے کے باوجود حکومت الٰہیہ کی فکر وقوت سے جڑنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور سالہا سال سے باطل حکومت کے محتاج بنے ہوئے ہیں

اور اس کی فکر وقوت سے مرعوب ہیں۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ حکومت الٰہیہ کی فکر وقوت سے جڑنے کو دنیوی کام قرار دے کر اس سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو اہل ایمان حکومتِ الٰہیہ کی فکر وقوت سے جڑنے کی بات کرتے ہیں ان پر لعنت و ملامت کرتے ہیں۔

کسی نظریہ وعمل کی برقراری اور خاتمہ میں حکومت کی فکر وقوت کا کتنا زیادہ دخل ہوتا ہے' دنیا کی تاریخ سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن نظریات کے پاس حکومت کی فکر وقوت نہ تھی وہ دنیا سے سسکیاں لے کر دم توڑ گئے' چاہے وہ نظریات اچھے رہے ہوں۔ اور جن نظریات کے پاس حکومت کی فکر وقوت تھی دنیا میں ان کا جادو سر چڑھ کر بولا ہے چاہے وہ نظریات غلط رہے ہوں۔ اور آج بھی دنیا میں باطل نظریات جو سر چڑھ کر بول رہے ہیں' حکومت کی فکر وقوت کے بل بوتے پر بول رہے ہیں اور آج جو اسلامی نظریہ وعمل کو انسانوں کی زندگی سے دور کیا جا رہا ہے اور دنیا میں اسلام کو دبایا جا رہا ہے' حکومت کی قوت کے بل بوتے پر دبایا جا رہا ہے کیونکہ باطل نظریات کے حاملین اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلامی نظریہ وعمل اتنا زیادہ حقانیت پر مبنی ہے جو بہت جلد انسانی ذہن وعمل میں جگہ بنا لیتا ہے اور اس کے ساتھ اگر ذرا سی بھی حکومت کی قوت شامل ہو جائے تو وہ باطل کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مسلمان حکومت الٰہیہ کی فکر وقوت سے جڑے رہے' دنیا میں اسلام غالب رہا اور باطل مغلوب اور مسلمان پوری دنیا کے امام بنے رہے' اور جب بھی حکومتِ الٰہیہ کی فکر وقوت سے مسلمانوں کا رشتہ ٹوٹا اسلام دنیا میں مغلوب ہو گیا اور باطل غالب آ گیا اور خود مسلمانوں کی زندگیاں اسلامی تعلیمات سے محروم ہو گئیں اور باطل پرستوں نے مسلمانوں کو اپنی غلامی کے لائق بھی نہیں سمجھا۔ اور ان کا یہ سمجھنا درست بھی تھا' کیونکہ جو اپنے مالک حقیقی کی غلامی نہ کر سکے وہ غیر حقیقی مالک کی غلامی کیا کریں گے!

اور آج بھی دنیا میں جو کروڑوں مسلمان اسلام کی بیشتر تعلیمات سے محروم ہو کر محکومیت و مرعوبیت کی زندگی گزار رہے ہیں اس کی اصل وجہ حکومتِ الٰہیہ کی فکر و قوت سے اپنا رشتہ توڑ لینا ہے۔ اور جو تھوڑے مسلمان اسلام کی مکمل تعلیمات سے بہرہ مند ہو کر باطل کے لئے چیلنج بنے ہوئے ہیں، حکومت الٰہیہ کی فکر و قوت سے جڑنے کی بناء پر بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ حکومتِ الٰہیہ کی فکر کو اپنی فکر بنائے اور اس کی قوت کو اپنی قوت بنائے۔ اس کے بغیر نہ مسلمان کی فکر پختہ ہو سکتی ہے اور نہ اس کی قوت مضبوط ہو سکتی ہے۔

چوتھی اور پانچویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے کپڑے پاک رکھنے اور گندگی سے دور رہنے کا حکم دیا۔ یہ حکم آپؐ کے توسط سے پوری امتِ مسلمہ کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں پاکی کی کتنی اہمیت ہے اور گندگی سے بچنا کتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی دوسری وحی میں دعوت اور حکومتِ الٰہیہ کے حکم کے ساتھ ہی اس کا حکم نازل فرمایا۔ کپڑوں کو پاک رکھنے کا ایک مطلب زندگی کو پاک رکھنا بھی ہے یعنی غلط عقائد و اعمال سے زندگی کو پاک رکھنا اور چونکہ اپنے آپ کو پاک رکھنے کے لئے گندگی سے دور رہنا ضروری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متصل ہی اس کا حکم دیا۔ گندگی سے مراد ہر قسم کی گندگی ہے چاہے عقائد و اعمال کی گندگی ہو یا نجاست و ناپاکی کی گندگی ہو۔

چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زیادہ چاہنے کے لئے احسان مت کیجئے۔ یہ حکم بھی حضور ﷺ کے ذریعے سے پوری امتِ مسلمہ کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ کسی پر اس خواہش سے احسان مت کرو کہ دنیا میں زیادہ مال و عزت حاصل ہو جائے بلکہ ہر احسان اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کرو۔ اور جب احسان کے ساتھ زیادہ مال و عزت کے حصول کی خواہش ممنوع قرار دی گئی تو اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دینی فرائض و ذمہ داریوں کی ادائیگی میں زیادہ مال و عزت کے حصول کی خواہش کتنی

زیادہ ممنوع ہوگی۔ دراصل یہ ایک اہم ہدایت ہے جس کے بغیر ایک قدم بھی اسلام کا راستہ طے نہیں کیا جا سکتا' اس لئے کہ دینی فرائض و ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بسا اوقات نہ صرف یہ کہ دنیا میں زیادہ مال وعزت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ مال وعزت ہے وہ بھی اس راہ میں قربان ہو جاتی ہے' خصوصاً اسلام کی مغلوبیت کے دور میں۔

ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے اپنے رب کے لئے صبر کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم بھی پوری امتِ مسلمہ کے لئے ہے۔ صبر کے معنی ہیں دعوتِ دین اور غلبۂ دین کی راہ میں دشمنانِ اسلام کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کی پرواہ نہ کرنا!

(بشکریہ مجلّہ ''حیاتِ نو'' بلیریا گنج' اعظم گڑھ' یو پی)

امیر تنظیم اسلامی **محترم ڈاکٹر اسرار احمد** کی نئی کتاب

اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت'
اور موجودہ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری
کے خاتمے کی صورت

عمدہ سفید کاغذ ـــــ کمپیوٹر کمپوزنگ ـــــ صفحات ۴۸ ـــــ قیمت: ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

زبان کی حفاظت

تحریر: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

انسان حیوانِ عاقل و ناطق ہے۔ یہی دو صفتیں اسے دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہیں اور انہی صفات کی بدولت وہ مسئول اور جواب دہ ہے۔ دوسرے تمام جاندار انسان کی خدمت بجا لانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جبکہ انسان کو اشرف المخلوقات کا مقام حاصل ہے۔ اس برتری اور شرف کے باعث انسان ہمہ وقت ابتلاء و آزمائش میں ہے۔ اس سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ عقل و شعور کو کام میں لا کر اپنے اعضاء و قویٰ کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اپنے خالق و مالک کی رضا میں اور اس کے حکم کے مطابق استعمال کرے۔

انسانی اعضاء میں زبان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سے سامعین کے قلوب و اذہان میں گفتگو کرنے والے کا مقام متعین ہوتا ہے۔ جو شخص عامیانہ گفتگو کرتا ہو' زبان کے استعمال میں غیر سنجیدہ اور غیر محتاط ہو' بدکلامی اور فضولیات کا عادی ہو' اسے کوئی بھی اچھا اور شریف آدمی نہیں سمجھتا۔ اس کے برعکس جو شخص گفتگو میں شائستہ اور باوقار ہو' سنجیدہ اور ملائم لہجے میں بات کرتا ہو' فضولیات سے پرہیز اور جچی تلی گفتگو کرتا ہو' لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو عزت کا مقام دلانے یا ذلیل کرنے میں زبان کا کردار سب سے زیادہ اہم ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّھَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰہَ فِیْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِکَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا))

[رواہ الترمذی]

''جب آدمی صبح اٹھتا ہے تو اس کے سارے اعضاء عاجزی اور لجاجت کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں خدا سے ڈر' کیونکہ ہم تو تیرے ہی ساتھ بندھے ہوئے ہیں' تُو ٹھیک رہی تو ہم ٹھیک رہیں گے اور اگر تُو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی اختیار کریں گے۔''

مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک دانا آدمی سے پوچھا کہ کون سا گوشت سب سے اچھا ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ زبان کا۔ پھر پوچھا کہ سب سے بُرا گوشت کون سا ہوتا ہے تو اس نے کہا زبان کا۔ گویا وہ دانا آدمی بادشاہ پر یہی بات واضح کرنا چاہتا تھا کہ زبان حصولِ عزت کا ذریعہ بھی ہے اور وہی زبان ذلت کی گہرائیوں میں گرانے والی بھی ہے۔ اگر زبان کے بارے میں انسان محتاط ہو جائے' یعنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکالے جو نامناسب ہو تو وہ دوسرے بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ))

[رواه البخاری]

''جو کوئی مجھے اس چیز کی جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کی دو رانوں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ) ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔

اس میں بھی رسول اللہؐ نے حصولِ جنت کیلئے زبان کے صحیح استعمال کا بڑا حصہ بتایا ہے۔ ہر انسان کا نامہ اعمال تیار ہو رہا ہے اور اس میں اچھے بُرے کاموں کا اندراج ہو رہا ہے۔ پھر نامہ اعمال کا بیشتر حصہ تو انسان کے منہ سے نکالے گئے الفاظ پر مشتمل ہو گا جو منہ سے نکلتے ہی ریکارڈ ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان ہزار پچھتائے مگر وہ الفاظ واپس نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے حکماء کہتے ہیں کہ اوّل تولو پھر بولو۔ یعنی جب بھی زبان سے کوئی بات کرنے لگو تو سوچ لو کہ یہ الفاظ فرشتے ریکارڈ کر لیں گے' اگر الفاظ اچھے ہیں تو اچھے نتائج نکلیں گے اور اگر الفاظ نازیبا ہونگے تو مصیبت کا باعث بنیں گے۔

دانش مند لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تین علامتیں خدا رسیدہ لوگوں کی ہیں' اوّل کم

کھانا، دوم کم سونا، سوم کم بولنا۔ کم کھانا انسان کو غافل ہونے سے بچاتا ہے۔ کم سونا اچھے کام کرنے اور اللہ کے ذکر کے لئے زیادہ وقت دیتا ہے۔ اسی طرح زبان پر ضبط رکھنے سے انسان ہزاروں گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جھوٹ، وعدہ خلافی، غیبت، بہتان، بدکلامی، گالی گلوچ زبان ہی سے صادر ہونے والے گناہ ہیں جو نئے نئے فتنوں، رنجشوں، اختلافات، بدمزگیوں اور تعلقات کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ پس جو اس سے بچا اس نے بڑی حد تک اپنا دامن آلودہ ہونے سے بچالیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((...... مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ))

[بخاری و مسلم]

"تم میں سے جو کوئی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔"

اس فرمانِ نبوی کا بھی یہی مطلب ہے کہ بولنے سے پہلے جائزہ لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ اگر تو بھلائی کی بات ہے تو زبان کھولو ورنہ ضبط کر کے زبان کو روک لو۔

ایک طویل حدیث ہے جس میں وعظ و نصیحت کے انداز میں حضور اکرم ﷺ حضرت معاذ بن جبلؓ سے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((......اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟)) قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ فَقَالَ: ((كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا)) فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: ((ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ))

[رواہ احمد، والترمذی، و ابن ماجہ]

"کیا میں تمہیں وہ چیز بھی بتا دوں جس پر گویا ان سب کا مدار ہے؟" میں نے کہا ضرور فرما دیجئے! پس آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: "اس کو روکو۔" اس پر میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے نبیؐ! کیا ہم سے ان باتوں کے متعلق بھی مواخذہ ہوگا جو ہم زبان سے نکالتے ہیں؟ آپؐ نے (از راہِ محبت) فرمایا:

معاذ تیری ماں تجھے گم کرے' لوگوں کو اُن کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہی تو منہ یا ناک کے بل دوزخ میں ڈالیں گی"۔

معلوم ہوا کہ جس شخص کو آخرت میں نجات کی فکر ہو اسے یہاں اس بات کی فکر ضرور ہونی چاہئے کہ زبان کا استعمال ہرگز بے جا نہ ہو۔ بلکہ زبان سے صرف جچے تلے' ضروری' مناسب اور مفید جملے ہی نکالے جائیں۔ غصہ میں آ کر واہی تباہی بکواس انسان کے لئے مصیبت کا باعث بن جائے گی اور اُس وقت تلافی کی کوئی صورت بھی نہ ہوگی۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "حضور! میرے بارے میں جن باتوں کا آپ کو خطرہ ہوسکتا ہے ان میں زیادہ خطرناک اور خوفناک کیا ہے؟" سفیانؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: "سب سے زیادہ خطرہ اس سے ہے"۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ سُفْيَانِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ ((هٰذَا)) [جامع الترمذی]

زبان کے اکثر گناہ بڑے آسان اور لذیذ ہوتے ہیں جو انسان کی انا کو تسکین دیتے ہیں۔ غیبت کتنی آسان ہے کہ متعلقہ آدمی سامنے تو ہے نہیں اس کے بارے میں جو مرضی کہہ لیا جائے۔ پھر اس میں لذت بھی ہے' کیونکہ مخالف کی برائی کرنا یا سننا نفس کو بہت مرغوب ہے۔ پھر اس سے انا کی تسکین ہوتی ہے' کیونکہ جو شخص کسی کو بُرا کہتا ہے دراصل وہ یہ دعویٰ کر رہا ہوتا ہے کہ وہ شخص تو بُرا ہے مگر میں اس برائی سے پاک ہوں۔ انہی وجوہات کی بناء پر زبان غیبت پر دلیر ہوتی ہے۔

زبان کا استعمال بڑا حساس معاملہ ہے۔ اس کی اہمیت اور سنگینی کا اندازہ لگانا ضروری ہے۔ اس معاملے میں غفلت گھمبیر نتائج برآمد کرسکتی ہے۔ لہٰذا خاموش رہنے کو بھی پسند کیا گیا ہے کیونکہ خاموش رہنے میں انسان زبان کے صحیح استعمال پر مبنی نیکیوں سے تو محروم رہتا ہے مگر اس دوران گناہوں سے بھی تو بچا رہتا ہے اور گناہوں سے بچنا

بہر حال نیکی کرنے سے بہتر سمجھا گیا ہے۔ چونکہ زبان کا صحیح اور محتاط استعمال کئی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچاتا ہے اس لئے بین الاقوامی اَخلاقی ضابطے بھی خاموشی کو اہمیت دیتے ہیں اور باتونی آدمی کو کہیں بھی اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔

کسی غیر ملکی کی انگریزی زبان میں ایک نظم بھی اس سلسلہ میں سبق آموز ہے جس میں ایک شخص ویرانے میں جاتا ہے اور وہاں اسے ایک انسانی کھوپڑی پڑی ملتی ہے۔ وہ حیرت اور تجسس کے ساتھ وہاں کھڑا ہو جاتا ہے اور اسے تکنے لگتا ہے۔ اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس انسانی کھوپڑی کا یہ حال کیوں ہوا۔ اس پر کھوپڑی اچانک بولنے لگی اور کہنے لگی کہ میرا یہ حال بولنے کی وجہ سے ہوا۔ وہ شخص اس پر مزید حیران ہوا۔ وہاں سے وہ سیدھا شاہی دربار میں پہنچا۔ اجازت لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا اور کھوپڑی کے بولنے کا واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ نے اس کی بات پر یقین نہ کیا مگر اس کے اصرار اور ذاتی مشاہدے کی بناء پر کہا کہ میرے یہ آدمی ساتھ لے جاؤ' یہ آ کر مجھے بتائیں کہ کھوپڑی واقعی بولتی ہے تو میں یقین کرلوں گا' ورنہ یہ لوگ تمہیں جھوٹ کی سزا میں وہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ وہ شخص بادشاہ کے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچا۔ کھوپڑی سے مخاطب ہوا مگر کھوپڑی سے کوئی آواز نہ آئی۔ اس نے چلا چلا کر کھوپڑی سے بات کرنے کی کوشش کی مگر کھوپڑی بے حس و حرکت پڑی رہی۔ اس پر اس شخص کو بادشاہ کے آدمیوں نے قتل کر دیا۔ اب کھوپڑی سے آواز آئی ''افسوس اے شخص! تُو نے میرے حال سے عبرت نہ پکڑی کہ بولنے میں خطرہ ہے اور تُو بھی بول کر میرے انجام کو پہنچا''۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ اس ضمن میں مشہور ہے کہ وہ حج پر جا رہے تھے تو راستے میں انہیں ایک خاتون ملی۔ آپ نے اس سے بات چیت کرنا چاہی تو آپ کے ہر سوال کے جواب میں وہ قرآن کی آیت پڑھتی۔ مثلاً جب آپ نے پوچھا کہ آپ کو کہاں جانا ہے تو اس نے کہا: لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: ۹۷) یعنی مجھے حج کے لئے جانا ہے۔ جب آپ نے پوچھا

کہ بھوک ہوتو کھانا پیش کروں تو کہنے لگی: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرة : ١٨٣) الغرض اسی طرح وہ ہر بات کا جواب قرآن کی آیت پڑھ کر دیتی۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر اس خاتون کے بیٹوں سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری والدہ سے میں نے جو بات بھی پوچھی اس نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیت تلاوت کی۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ ہماری والدہ متقی اور حافظ قرآن خاتون ہے۔ جب سے اس نے یہ آیت پڑھ کر غور کیا ہے کہ ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (ق : ١٨) ''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر نگران موجود نہ ہو''۔ اس دن سے یہ ہمارے ہر سوال کے جواب میں آیت قرآنی ہی پڑھتی ہیں تاکہ نامہ اعمال میں صرف قرآنی آیات ہی درج ہوں اور اس کے علاوہ کوئی بات نہ ہو۔

ان سبق آموز واقعات اور قرآن وسنّت کی روشنی میں ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم زبان کے استعمال میں غیر محتاط رویہ ترک کر کے اپنے آپ کو کئی قسم کے گناہوں سے بچالیں' کیونکہ گناہوں سے بچنے کی کوشش ہر اُس شخص پر لازم ہے جس کا یومِ آخرت پر ایمان ہو۔

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

مسلمان کا طرزِ حیات (۱۷)

علامہ ابوبکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منہاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب الاداب

پہلا باب

آدابِ نیّت

ایک مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ نیّت کا مقام بہت بلند ہے اور تمام دینی اور دُنیوی اعمال کے لیے اس کی بہت اہمیت ہے' کیونکہ اعمال کی کیفیات کا دارومدار اسی پر ہے۔ اسی کی بنیاد پر اعمال میں قوت و ضعف پیدا ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے انہیں صحیح یا فاسد قرار دیا جاتا ہے۔ ہر عمل کے لیے نیّت ضروری ہونے اور اس کی صحت کے وجوب پر مسلمان کے ایمان کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور نبی کریم ﷺ کے فرامین سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ... ﴾ (البیّنۃ : ۵)

"اور انہیں محض یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔"

نیز ارشاد ہے :

﴿ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ ﴾ (الزُّمر : ۱۱)

"کہہ دیجئے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں۔"

جنابِ مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی)) (۱)

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہوتا ہے جس کی وہ نیت کرے۔"

نیز فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لاَ يَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ' وَاِنَّمَا يَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ)) (۲)

"اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا' وہ تو تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔"

دلوں کو دیکھنے کا مطلب نیتوں کو دیکھنا ہے' کیونکہ نیت ہی انسان کو کوئی عمل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ)) (۳)

"جو شخص کوئی نیکی کرنے کا قصد کرتا ہے اور پھر اسے انجام نہیں دے پاتا' اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔"

یعنی نیک کام کی پختہ نیت بھی ایک نیک کام ہے جس کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اچھی نیت بہت فضیلت کی حامل ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((اَلنَّاسُ اَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِلْمًا وَمَالاً فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ فِیْ مَالِهٖ' فَيَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ آتَانِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِثْلَ مَا آتَاهُ اللّٰهُ لَعَمِلْتُ كَمَا عَمِلَ' فَهُمَا فِی الْاَجْرِ سَوَاءٌ' وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَمْ يُؤْتِهٖ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِیْ مَالِهٖ' فَيَقُوْلُ رَجُلٌ لَوْ آتَانِیَ اللّٰهُ مِثْلَ مَا آتَاهُ عَمِلْتُ كَمَا يَعْمَلُ' فَهُمَا فِی الْوِزْرِ سَوَاءٌ)) (۴)

"لوگ چار طرح کے ہیں: ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم بھی دیا اور مال بھی دیا۔ چنانچہ وہ اپنے مال میں علم کے مطابق (نیک) عمل کرتا ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے: جس طرح اللہ نے اسے دیا ہے اگر مجھے دیتا تو میں بھی ویسے ہی عمل کرتا جیسے یہ کر رہا ہے۔ یہ دونوں شخص ثواب میں برابر ہیں۔ ایک وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے لیکن علم نہیں دیا' چنانچہ وہ اپنے مال میں بغیر سوچے سمجھے

خرچ کرتا ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے: جس طرح اللہ نے اسے دیا ہے اگر مجھے اس طرح کا (مال) دیتا تو میں بھی ویسے ہی عمل کرتا جیسے یہ کر رہا ہے۔ یہ دونوں شخص گناہ میں برابر ہیں۔"

یعنی اچھی نیت والے کو نیک عمل کا ثواب مل گیا اور بُری نیت والے کو بُرا عمل کرنے والے کا سا گناہ ہوا۔ اور یہ فرق محض نیت کی وجہ سے ہوا۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ جب (کفار کے ساتھ جہاد کے ارادہ سے) تبوک میں تشریف فرما تھے تو آنجناب ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا قَطَعْنَا وَادِيًا وَلاَ وَطِئْنَا مَوْطِئًا يَغِيْظُ الْكُفَّارَ' وَلاَ اَنْفَقْنَا نَفَقَةً' وَلاَ اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ اِلاَّ شَرَكُوْنَا فِيْ ذٰلِكَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ)) فَقِيْلَ لَهٗ : كَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: ((حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ فَشَرَكُوْا بِحُسْنِ النِّيَّةِ)) (۵)

"مدینہ میں کچھ افراد ہیں کہ ہم نے جو بھی وادی طے کی اور ہم جہاں بھی ایسے مقام پر پہنچے جہاں پہنچنے سے کفار کو طیش آتا ہو' ہم نے (جہاد کی راہ میں) جو کچھ بھی خرچ کیا' ہمیں جو بھی بھوک (کی مشکل) پیش آئی' وہ لوگ مدینہ میں ہوتے ہوئے ہمارے ساتھ اس عمل میں شریک رہے"۔ عرض کیا گیا: حضور! یہ کیسے ہوا؟ ارشاد ہوا: "انہیں کسی عذر نے روک رکھا تھا' لہٰذا حسن نیت کی وجہ سے وہ شریک ہو گئے۔"

یعنی حسن نیت نے جہاد سے غیر حاضر رہنے والے کو ثواب میں مجاہد کے برابر کر دیا اور غیر مجاہد کو مجاہد کا سا ثواب مل گیا۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

((اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِى النَّارِ)) فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الْقَاتِلُ' فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ فَقَالَ: ((لِاَنَّهٗ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ)) (۶)

"جب دو مسلمان تلواریں لے کر (آپس میں لڑنے کے لیے) ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں"۔ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! یہ تو قاتل ہوا' تو مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ ارشاد ہوا: "اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔"

یہ بُری نیت اور بُرا ارادہ ہی تھا جس نے قاتل اور مقتول کو برابر کر دیا۔ قاتل تو اپنے جرم کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہوا' لیکن مقتول اگر بُری نیت رکھنے کا مجرم نہ ہوتا تو جنتی ہوتا' مگر وہ محض نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنمی ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے :

((مَنْ تَزَوَّجَ بِصَدَاقٍ لاَ يَنْوِىْ اَدَاءَ هُ فَهُوَ زَانٍ' وَمَنْ اَدَانَ دَيْنًا وَهُوَ لاَ يَنْوِىْ قَضَاءَ هُ فَهُوَ سَارِقٌ)) (۷)

"جو شخص کوئی مہر مقرر کر کے نکاح کرتا ہے اور اس کی نیت ادا کرنے کی نہیں ہے تو وہ بدکاری کا مرتکب ہے' اور جو شخص کوئی قرضہ لیتا ہے اور وہ ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ چور ہے۔"

یہ بُری نیت کا نتیجہ ہے کہ مباح کام حرام بن گیا' اور جائز ممنوع ہو گیا' اور جس کام میں کوئی حرج نہیں تھا اب اس میں حرج پیدا ہو گیا۔

مذکورہ بالا مثالوں سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ نیت کا معاملہ بہت اہم ہے۔ اس لیے مؤمن اپنے تمام اعمال کی بنیاد نیک نیت پر رکھتا ہے۔ اسی طرح اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس کا کوئی عمل نہ بلا نیت واقع ہو' نہ بُری نیت سے واقع ہو۔ کیونکہ نیت کی حیثیت عمل کی روح کی سی ہے۔ نیت صحیح ہو تو عمل صحیح ہوتا ہے اور نیت صحیح نہ ہو تو عمل بھی صحیح شمار نہیں ہوتا۔ بغیر صحیح نیت کے عمل کرنے والا ریاکار اور اللہ کی ناراضگی کا ہدف بن جاتا ہے۔

ایک مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نیت اعمال کا رکن اور شرط ہے (۸)۔ وہ جانتا ہے کہ نیت زبان سے کچھ الفاظ ادا کر دینے کا نام نہیں کہ "میں نیت کرتا ہوں فلاں فلاں عمل کی ..." نہ دل میں ایک خیال لے آنے اور تصور کر لینے کا نام نیت ہے' بلکہ نیت کا مطلب ہے کہ دل ایک صحیح غرض کے لیے کسی صحیح عمل کی طرف متوجہ ہو' جس سے اسے فوری یا انجامِ کار فائدہ حاصل ہو' یا فوری نقصان سے یا آخر کار پہنچنے والے نقصان سے بچنا مقصود ہو۔ اسی طرح اس کا مطلب ہے "اللہ کی رضا کے حصول کے لیے یا اس کے حکم کی تعمیل کے لیے کسی عمل کا ارادہ"۔ مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایک مباح عمل حسن نیت کی وجہ سے اجر و ثواب کی حامل نیکی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور نیکی کے کام میں اگر صحیح نیت موجود نہ ہو تو وہ معصیت میں تبدیل ہو جاتا ہے جس پر اسے گناہ ہوتا ہے اور وہ

سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ نیک نیت کی وجہ سے گناہ کا کام نیکی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کا دل خوش کرنے کے لیے غیبت کرتا ہے تو وہ اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر رہا ہے لہٰذا وہ گناہ گار ہے' اس کی بزعم خویش اچھی نیت سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اسی طرح جو شخص حرام کمائی سے مسجد تعمیر کرتا ہے اسے ثواب نہیں ملتا۔ اور جو شخص رفاہِ عامہ کے یا خیراتی پروگراموں کی حوصلہ افزائی کی نیت سے یا جہاد کو فائدہ پہنچانے کے لیے رقص و سرود کی محفلوں میں شریک ہوتا ہے یا لاٹری کے ٹکٹ خریدتا ہے' وہ اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے' لہٰذا اسے بجائے ثواب کے گناہ ہو گا۔ اسی طرح جو شخص اولیاء اللہ سے محبت کی نیت سے ان کی قبروں پر گنبد بناتا ہے' یا عمارتیں کھڑی کرتا ہے' یا ان کے لئے جانور ذبح کرتا یا منت مانتا ہے' وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اسے اِس عمل کی وجہ سے گناہ ہو گا' اگرچہ وہ اپنے خیال میں اچھی نیت سے یہ کام کر رہا ہو' کیونکہ اچھی نیت سے وہی عمل قابل ثواب نیکی بنتا ہے جو مباح ہو اور شرعاً جائز ہو۔ حرام عمل کسی صورت میں نیکی نہیں بن سکتا۔

حواشی

(۱) صحیح البخاری' کتاب بدء الوحی' باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم' ح۱۔ و صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب قولہ ﷺ: ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ)) وانہ یدخل فیہ الغزو وغیرہ مِنَ الْاَعْمَال' ح۱۹۰۷۔

(۲) صحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ والاداب' باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ' ح ۲۵۶۴۔ وسنن ابن ماجہ' کتاب الزھد' باب القناعۃ' ح ۴۱۴۳۔ و مسند احمد' ح۷۷۶۸ و ۱۰۵۷۷۔

(۳) صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب من ھم بحسنۃ او بسیئۃ۔ و صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت واذا ھم بسیئۃ لم تکتب' ح ۱۳۰

(۴) سنن ابن ماجہ' کتاب الزھد' باب النیۃ' ح۴۲۲۸۔ و مسند احمد' ح ۱۷۵۶۴۔

(۵) بخاری و مسلم میں یہ حدیث اختصار کے ساتھ آئی ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری' کتاب الجھاد والسیر' باب من حبسہ العذر عن الغزو' ح ۲۶۸۴ و کتاب المغازی' باب نزول النبی ﷺ الحجر' ح۴۱۶۱۔ و صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب ثواب من

(باقی صفحہ ۹ پر ملاحظہ کیجئے)

امیر تنظیم اسلامی کے نام خطوط

اور ان کے

جوابات

(۱)

محترمی و مکرمی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ادام اللہ فیوضکم
سلام مسنون!

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ آپ بخیر ہوں اور اللہ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

راقم آثم مسمّٰی انعام الحق ہند کے معروف و مشہور حیدر آباد دکن سے تعلق رکھتا ہے اور یہیں سکونت پذیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے منجملہ احسانات میں سے ایک احسان راقم آثم پر یہ ہوا کہ یہاں اس کو آپ کے چند محبین کے ذریعہ آپ کا تعارف حاصل ہوا جن میں قرآن فاؤنڈیشن کے ذمہ دار اور خصوصیت سے جناب حیدر محی الدین غوری صاحب اور ان کے بڑے فرزند افتخار الدین غوری (عرفیت شاہد) کا خاص دخل رہا اور ان حضرات کے تعاون سے آپ کے خطبات اور تحاریر پڑھنے اور سننے کا موقع ملا۔ اور آپ کی کتب اور مجلّات ''میثاق'' اور ''حکمت قرآن'' کے میسر تمام ہی شمارے دیکھ ڈالے اور اس دوران آپ سے جو قلبی وابستگی اور محبت ہوئی ان کا بیان الفاظ اور تعبیرات کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔

یہاں میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ راقم آثم کا تعلق ٹھیٹھ علماء دیوبند کے طبقہ سے ہے۔ دار العلوم دیوبند سے دورۂ حدیث سے آج سے دس سال قبل' اور مولانا

نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے قائم کردہ ایک دوسرے ادارہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد سے شعبہ افتاء سے آج سے پانچ سال قبل فراغت ہوئی ہے اور فراغت کے متصل بعد حیدر آباد ہی کے ایک ادارہ میں درجات عالیہ کی کتب پڑھائیں جن میں تفسیر قرطبی کی آیاتِ احکام' حدیث میں صحیح مسلم' صحیح ترمذی' فقہ میں فقہ حنفی کے متون ہدایہ اور کنز الدقائق اور شعبہ افتاء میں درمختار اور السراجی فی المیراث زیر تدریس رہیں۔ لیکن اب ذاتی طور پر ایک ادارہ قائم کر کے اسی میں مشغول و مصروف ہوں۔

ادھر قریب دو سال سے (یہی عرصہ میرا آپ سے متعارف ہونے کا ہے) میری خاص توجہات آپ کے تحریری لٹریچر پر مرکوز رہیں اور جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ آپ کے قریب مہیا تمام خطبات اور تحریریں پڑھ سن لئے، لیکن ان میں خاص توجہات ''دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر'' ''منہج انقلاب نبویؐ اور'' جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی'' کو حاصل رہیں۔

یہاں میں ایک بات اور واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتداء ہی سے صرف درس و تدریس ہی کا پابند بنا رہنے کو ناپسند کرتا رہا ہوں لیکن ''ٹھوس دینی کام'' کے لئے موجودہ جماعتوں اور تحریکوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شمولیت بالکلیہ وقت کا ضیاع نہ سہی کم از کم مقصود اصلی کے لئے لاحاصل سمجھتا ہوں' اس لئے میں ابتداء ہی سے ان جماعتوں اور تحریکوں کے ساتھ تعلقات کو بحال رکھتے ہوئے بھی الگ سے ٹھوس کام کرنے کا آغاز بھی الحمد للہ کر چکا تھا۔ اسی دوران آپ کا تعارف حاصل ہوا اور الحمد للہ آپ سے بلاشبہ مجھے بہت فائدہ پہنچا۔

مجھے آپ کے کام کے ساٹھ (٦٠) فیصد حصے سے مکمل اتفاق ہے' البتہ چالیس فیصدی میں سے بیس فیصد سے متعلق چند استفسارات ہیں اور بیس فیصد سے متعلق اختلاف (نہ کہ مخالفت)۔ یہ بھی ایک صورت تھی کہ ان سے نظر پھیر کر ساٹھ فیصد حصے سے اتفاق کر کے خاموشی اختیار کر لی جائے لیکن یہ کئی اعتبار سے مناسب محسوس نہیں ہوا۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ہم (جن میں میرے علاوہ افتخار الدین غوری اور دیگر احباء شامل ہیں) یہاں وہ کام کرنا چاہتے ہیں جو آپ اپنے یہاں کر رہے ہیں۔ اب

اس تناظر میں خصوصیت سے جس بیس فیصدی حصے میں استفسارات ہیں (کہ شاید اس کے بعد وہ واضح ہو جائے) خاموشی نقصان دہ ہے۔

۲۔ یہ طرز ''الدین النصیحۃ'' کے بھی خلاف ہے۔

ان دو کے بیان کو کافی سمجھتا ہوں۔

جہاں تک اختلاف کی بات ہے تو یہ ممکن ہے کہ ان میں بھی آپ رہنمائی فرمائیں تو وہ ختم ہو جائیں یا پھر میرے پاس اس اختلاف کے جو دلائل ہیں وہ آپ کو معقول محسوس ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ آپ پر پہلے بھی طبقہ علماء کی طرف سے بڑے اعتراضات ہوئے ہیں، لیکن میں خود ان میں سے بہت سے اعتراضات کو لغو جانتا ہوں۔ مثال کے طور پر آپ نے ایمانیات کی بحث میں ایک بات یہ کہی ہے کہ ''ایک شخص مومن بھی نہ ہو اور کافر بھی نہ ہو یعنی زیرو لیول (Zero Level) پر ہو کہ نہ تصدیق کرتا ہو نہ تکذیب، پھر بھی اس کی بخشش ہو جائے'' اس پر علماء نے مخالفت کی کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ دل سے تصدیق نہ ہو اور اس کی مغفرت ہو جائے، وہ تو کافر ہے۔ حالانکہ میری نظر میں جن لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ کا موقف اس ضمن میں بالکل صحیح ہے۔ آپ کو شاید حیرت ہو کہ علماء دیو بند کے طبقہ کے سرخیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی اسی بات کے قائل تھے۔ (ان شاءاللہ آئندہ کسی تحریر میں اس کا حوالہ بھی دوں گا)

لیکن مجھے اس معاملہ میں آپ سے تھوڑا سا اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے اس مذکورہ بالا بات کو قرآن سے ثابت کرنے کے لئے جو طرز اختیار کیا ہے وہ منطقی طرز ہے، جبکہ اس بات کے ثبوت کے لئے دو احادیث موجود ہیں۔ اگر ان سے یہ بات ثابت کی جائے تو یہ تفسیر بالماثور ہو جائے گی اور علماء کو آپ سے پھر کیا اختلاف باقی رہ جائے گا؟

دوسری بات یہ کہ آپ نے اپنے اس موقف کو جو اصطلاحی نام دیا ہے وہ ''منزلۃ بین المنزلتین'' ہے۔ یہ اصطلاح آپ بھی جانتے ہوں گے کہ ایمانیات ہی کی بحث میں انتہائی بدنام ترین ہے اور بدنام زمانہ فرقے معتزلہ اور خوارج کی جانب منسوب کی جاتی ہے خواہ اس کے معنی ان کے یہاں دوسرے ہوں۔ لیکن آپ کی بدنامی کے لئے

سرسری ایک جملہ علماء کے درمیان کافی ہوجائے گا کہ ''ڈاکٹر صاحب منزلۃ بین المنزلتین کے قائل ہیں''۔اب وہ شخص جس نے آپ کا بیان کردہ مفہوم نہ سنا ہو وہ آپ کے بارے میں کیا تاثر کرے گا!اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء کم ازکم اب اس اصطلاح کا استعمال ترک کردیں۔

اور اسی ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ وہ بہت سی باتیں جن کو آپ منطقی انداز میں سمجھاتے ہیں ان کے لئے منقول روایات واحادیث موجود ہیں۔آپ اگر اپنے یہاں موجود رفقاء میں سے چند کو جو تحقیقی مزاج رکھتے ہیں اس کام پر لگادیں کہ وہ اس کے لئے احادیث جمع کرتے چلے جائیں تو یہ ایک بہت ہی اچھا کام ہوگا ''خاص طور سے علماء کے طبقہ کو جوڑنے کے لئے''اور اس ضمن میں ان کے اسلاف کے اقوال بھی جمع کردیں تو نورٌ علیٰ نورٍ والی بات ہوگی۔ اور اگر مجھے فرصت ملی تو ان شاءاللہ میں اپنے یہاں بھی اس کام کو اپنے رفقاء سے کرواؤں گا۔

لیکن سب سے اہم بات جو میں اس تحریر سے چاہتا ہوں وہ یہ کہ میرے استفسارات جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ان کا جواب میں براہ راست آپ سے چاہتا ہوں اور اگر یہ آپ کی عدیم الفرصتی کے سبب ممکن نہ ہو تو کم ازکم یہ ہو کہ جس کو آپ اس کے لئے مناسب سمجھتے ہوں لگادیں اور جواب مکمل ہونے کے بعد کم ازکم نظر ثانی آپ کرلیں۔اگر کم ازکم یہ بھی ممکن ہو تو میں وہ سوالات آپ کی خدمت میں بھیج سکتا ہوں اور میری نظر میں ہمارے ساتھ خود آپ کے لئے بھی وہ سوالات انتہائی اہم ہیں' اس لئے اس پر خاص توجہ چاہتا ہوں۔اگر یہ ممکن ہو یعنی آپ اس کام کے لئے وقت نکال سکتے ہوں تو اس نمبر پر مطلع فرمائیے۔0091-40-4730432

والسلام

دعاؤں کے طالب

انعام الحق اور میرے رفقاء

بتاریخ: ۱۸جولائی ۲۰۰۱ء

جواب

محترمی ومکرمی مولانا انعام الحق صاحب'
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
امید ہے کہ آپ مع جمیع رفقاء ومتعلقین بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وعافیت ہوں گے۔

عام محاورے کے مطابق تو اسے ''حسن اتفاق'' ہی کہا جائے گا کہ عین اسی وقت جب مجھے اسلام آباد سے اطلاع ملی کہ انڈین ہائی کمیشن سے میرا ویزا جاری ہو گیا ہے' آپ کا فیکس بھی موصول ہو گیا ـــ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ اس کائنات میں کوئی واقعہ بھی ''اتفاقی'' نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت وتدبیر کا مظہر ہوتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ مجھے آپ کے گرامی نامہ سے جو مسرت حاصل ہوئی ہے اس کا اندازہ آپ کو بخوبی ہوگا۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اور طبقہ علماء کرام کے مابین ایک پُل بنا دے ـــ وَمَاذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ!

اِدھر پاکستان میں تو میرا اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ اب سے دس بارہ سال قبل ایک جانب کراچی کے ایک بڑے اور مشہور ومعروف مفتی صاحب نے مجھ سے خود فرمایا کہ ''میں نے آپ کا ایک ایک حرف پڑھا ہے' اور مجھے آپ سے کوئی اختلاف نہیں ہے' لیکن میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا' اس لئے کہ اس کے نتیجے میں میں اپنی برادری سے خارج کر دیا جاؤں گا!'' ـــ اور ملتان کے علاقے کے ایک مشہور دار العلوم کے مہتمم صاحب نے فرمایا کہ ''مجھے آپ سے صرف ایک مسئلے کے علاوہ کہ آپ 'مزارعت' کے بارے میں مولانا طاسین صاحب (ؒ) کی رائے کی تائید کرتے ہیں کوئی اور اختلاف نہیں ہے' لیکن ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے ـــ اس لئے کہ اس صورت میں جو سلسلۂ کارِ خیر میرے اہتمام میں چل رہا ہے وہ بند ہو جائے گا!'' ـــ اب یہ اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کس نے گوجرانوالہ (پاکستان) کے مولانا محمد چراغؒ کا ذکر بھی کیا کہ اگرچہ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کے اصل تلمیذ رشید اور محبوب ومعتمد علیہ شاگرد تو وہ تھے' مولانا سید یوسف بنوریؒ کا نمبر بھی ان کے بعد آتا تھا' لیکن صرف اس بنا پر کہ انہوں نے مولانا مودودی مرحوم کی تائید کی انہیں حلقۂ دیوبند سے اس طرح نکال باہر

کیا گیا ہے جیسے مکھن میں سے بال کو نکال دیا جائے!

اس پس منظر میں آپ کا گرامی نامہ تو میرے لئے ع ''از کجا می آید ایں آواز دوست!'' کا مصداق کامل ہے ۔!! فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ!

میں ان شاء اللہ العزیز ماہ ستمبر میں بھارت کا دورہ کروں گا ۔ مجھے اصل دعوتِ سفر تو ممبئی سے موصول ہوئی ہے' اور ان ہی حضرات کی تگ و دو سے ویزا حاصل ہوا ہے تاہم میں نے حیدر آباد اور دہلی کا اندراج بھی کرا لیا ہے! ۔ اب سفر حیدر آباد کے ضمن میں سب سے بڑی کشش آپ سے ملاقات اور گفتگو ہی کی ہوگی!

ایمان کے "ZERO LEVEL" کے ضمن میں اگر احادیث بھی موجود ہیں تو یہ سونے پر سہاگہ ہے ۔ لیکن اگر سورۂ حجرات کی آیت ۱۴ سے اس کا استنباط ہوتا ہو تو کیا اس سے صرف اس لئے گریز کرنا کہ یہ بات پہلے کسی نے نہیں کہی' نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک: ''لَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ'' کی نفی نہ ہو جائے گی ۔ اسی طرح یہ تو یقیناً صحیح ہے کہ بدنام گروہوں کی اختیار کردہ اصطلاحات کا استعمال حکمت تبلیغ کے خلاف ہے لیکن بسا اوقات ایسی زبان زد خاص و عام اصطلاحات ابلاغ کا بہتر ذریعہ بن سکتی ہیں ۔ تاہم اس معاملے میں آپ کی ''اصلاح'' کو میں قبول کرلوں گا۔ اور ''حقیقت ایمان'' کے موضوع پر میرے پانچ خطبات جو ایک اور عالم دین نے کیسٹ سے اتار کر مرتب کئے ہیں ۔ لیکن میں ان کی اس ترتیب و تالیف سے مطمئن نہیں ہوں' کیا عجب کہ وہ کام حکمت خداوندی نے آپ ہی کے ذریعے کرانا طے کر رکھا ہو ۔ غالباً یہ خطبات آپ کے سامنے سے گزر چکے ہوں گے' ورنہ اگر غوری صاحبان کے ذخیرے میں موجود ہوں تو ان سے حاصل کر کے ۔ اور بدرجۂ آخر اگر وہاں بھی نہ ہوں تو ہم سے طلب فرما کر سماعت فرما لیں۔ پھر میں آپ کو تسوید و ترتیب کی جو کوشش پہلے ہو چکی ہے' وہ بھی دے دوں گا ۔ اور آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کی تکمیل کر دیں ۔!

میں اصلاً قرآن حکیم کا طالب علم ہوں ۔ احادیث بھی میرے مطالعے میں وہی آتی ہیں جو تفسیر و تشریح قرآن سے متعلق ہیں' باضابطہ میں نہ حدیث کا طالب علم رہا

ہوں نہ فقہ کا ـــــ رہا یہ امر کہ میں یہاں کچھ لوگوں کو اس کام میں لگا دوں تو اس میں مجھے کچھ ''عجب'' کا سا اندیشہ ہوتا ہے ـ اس کام پر یا تو اللہ تعالیٰ خود ہی کسی کو ''مامور'' کریں گے ـ اور یا پھر اگر میری مساعی سے بالآخر کوئی خیر برآمد ہو گیا تو یہ کام میرے بعد ہو گا! ـــ

آپ نے خط کے آخر میں اپنے ''رفقاء'' کا بھی ذکر کیا ہے ـ یہ نور علیٰ نور کے مصداق خوشخبری پر خوشخبری ہے۔ ان سب کی خدمت میں بھی سلام مسنون۔ فقط

والسلام مع الاکرام

(۲)

لندن

۱۰ جولائی ۲۰۰۱ء

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم!

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ تندرستی اور عمر دے۔ آمین!

آپ کی ٹیپ سنی جس میں سورۂ یٰسین کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ یہ سن کر ایک سوال ذہن میں آیا جس کی وضاحت میرے علم میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

مندرجہ ذیل آیات میں بتایا گیا کہ قریہ والوں نے تینوں رسولوں کو جھٹلایا اور اپنی برادری کے بندے کو قتل کر دیا۔

﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ۝ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ۝﴾ (یٰس:۱۳-۱۵)

آپ نے فرمایا ہے کہ جب کبھی ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے رسول پر دست درازی نہ ہونے دی اور قتل نہ کرنے دیا بلکہ قوم (رسول کو جھٹلانے والی) کو تباہ و برباد کر دیا' جیسے

قوم لوط، قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح، قوم فرعون، وغیرہم۔

لیکن مندرجہ ذیل آیات میں اللہ بتا رہا ہے کہ کسی کو انہوں نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔

﴿اَفَکُلَّمَا جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ ج فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ ز وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ٥﴾ (البقرۃ:۸۷)

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا ط کُلَّمَا جَآءَ ھُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ لا فَرِیْقًا کَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ٥﴾

(المائدۃ:۷۰)

اس کے علاوہ یہ بات میرے سمجھنے کی ہے کہ ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے اور قرآن نے نبیوں کے قتل (ناحق) کا ذکر اکثر کیا ہے، اگرچہ نام بنام تو نہیں بتایا کہ کس کس کو قتل کیا گیا ہے۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ آیات آپ کی نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتیں۔ کچھ وجہ اور ہے جس لئے آپ نے فرمایا کہ رسولوں کو قتل نہیں کیا گیا۔

امید ہے آپ جواب ضرور دیں گے۔ والسلام

احقر سمیع شیخ

59 Meath Road, Ilford, Essex
1G1 1Jb
Tel: 020 8553 0849

جواب

محترمی ومکرمی جناب سمیع شیخ صاحب،
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
گرامی نامہ ملا۔

قرآن حکیم میں اگر کسی مسئلے میں بظاہر تضاد نظر آئے تو اس کے رفع کی ایک ممکن صورت یہ ہے کہ غور سے دیکھا جائے کہ بظاہر متضاد مقامات میں سے زیادہ ''محکم''

بات کون سی ہے اور نسبتاً قابل تاویل کون سی۔ پھر محکم کو اختیار کر لیا جائے اور دوسرے کی تاویل کی جائے۔

قرآن حکیم کے دو سے زائد واضح مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا ''محکم'' فیصلہ اور اس کی اٹل سنت ہے کہ رسول مغلوب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ رسولوں کی پوری تاریخ کے دوران میں جب بھی وہ مرحلہ آتا تھا کہ کفارِ وقت کو اپنے رسول پر اتنا غلبہ حاصل ہوتا محسوس ہو کہ اسے قتل تک کیا جا سکے تو نصرتِ خداوندی فوری طور پر شامل حال ہو جاتی تھی اور کافر قوم کو ہلاک کر دیا جاتا تھا اور رسول اور اس کے صاحب ایمان ساتھیوں کو بچا لیا جاتا تھا۔

ان میں سے دو نہایت محکم مقامات تو ہیں: (۱) سورۂ صافات کی آیات ۱۷۱ تا ۱۷۳ اور (۲) سورۂ مجادلہ کی آیت ۲۱۔ ان دونوں مقامات پر تو اللہ کی یہ سنت ثابتہ و مستقلہ بیان ہوئی ہے کہ رسول کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے' کجا مقتول ہو جائیں ــــ اور سورۂ قمر کی آیت ۱۰ میں حضرت نوح علیہ السلام کا اسی قانون الٰہی کے حوالے سے استغاثہ مذکور ہے کہ: ''اے رب میں تو مغلوب ہوا چاہتا ہوں' پس مدد فرما!'' ــــ

اس پس منظر میں جن دو مقامات کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان سے بظاہر تو ایک متضاد سی صورت سامنے آتی ہے لیکن اس کی تاویل نہایت آسانی کے ساتھ دو طریقوں سے ممکن ہے۔

ایک یہ کہ قرآن حکیم کی اساسی اصطلاحات میں سے تین جوڑے ایسے ہیں جن میں عام و خاص کی نسبت ہے' یعنی (i) ایمان و اسلام' (ii) جہاد و قتال ــــ اور (iii) نبی و رسول ــــ اور اس نسبت کے حوالے سے دو باتیں ذہن میں رکھنی ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ جو ''خاص'' ہوتا ہے اس کے اندر تو ''عام'' کا مفہوم بھی لازماً شامل ہوتا ہے ــــ لیکن اس کے برعکس ''عام'' میں ''خاص'' کا شمول لازمی نہیں ــــ چنانچہ ان تین جوڑوں میں سے اسلام' جہاد اور نبی عام ہیں' جبکہ ایمان' قتال اور رسول خاص ہیں۔ چنانچہ ہر مومن تو لازماً مسلم بھی ہوتا ہے لیکن ہر مسلم لازماً مومن نہیں ہوتا۔ اسی طرح قتال تو لازماً جہاد ہے' لیکن ہر جہاد لازماً قتال نہیں ہوتا' اور ہر رسول تو لازماً نبی

ہے' لیکن ہر نبی لازماً رسول نہیں ہوتا ___ اور دوسری اہم بات یہ کہ اگر یہ اصطلاحات جدا جدا مقام پر تنہا حیثیت میں استعمال ہوں تو مترادف معنوں کی حامل ہو جاتی ہیں لیکن جب ایک ہی مقام پر ایک دوسرے کے مدمقابل ہو کر آئیں تو ان کے مفہوم میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کو اہل علم عربی میں یوں ادا کرتے ہیں کہ: ''اِذَا اجْتَمَعَا تفرّقَا وَاِذَا تفرَّقَا اجْتَمَعَا!'' یعنی جب یہ ایک ہی مقام اور سیاق وسباق میں وارد ہو رہی ہوں تو مفہوم میں جدا ہو جاتی ہیں جبکہ علیحدہ علیحدہ مقامات پر اور منفرد سیاق وسباق میں وارد ہوں تو ان کا مفہوم ایک ہی ہو جاتا ہے! ___ اسی اصول کے مطابق آپ کے بیان کردہ دونوں مقامات یعنی سورۂ بقرہ کی آیت ۸۷ اور سورۂ مائدہ کی آیت ۷۰ میں رسول کے معنی نبی کے لئے جا سکتے ہیں ___ اور اس طرح تضاد رفع ہو جاتا ہے۔

اس تاویل کی ایک دوسری اساس بھی ہے ___ اور وہ یہ کہ عربی میں صیغہ ماضی کسی فعل کے حتمی اور یقینی وقوع کو ظاہر کرتا ہے جبکہ صیغہ مضارع میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ اس اعتبار سے متذکرہ بالا دونوں آیات میں ''تَقْتُلُوْنَ'' اور ''یَقْتُلُوْنَ'' سے مراد ''قتل کرنے کی کوشش'' کے بھی ہو سکتے ہیں۔

سورۂ آل عمران میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے جو حالات ان کے مابین مشابہت اور تقابل کے بیان میں آئے ہیں' ان میں یہ بات بہت قابل غور اور معنی خیز ہے کہ حضرت یحییٰؑ کی مدح میں الفاظ مبارکہ ''سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا'' کے بعد صرف ''وَنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ'' پر آ کر رک گئے ہیں ___ جبکہ حضرت عیسیٰؑ کی مدح میں مختلف اور متعدد امور کے بیان کے بعد آخری صراحت ''ورسولاً الٰی بنی اسراءیل'' کے الفاظ کے ذریعے آئی ___ اس پس منظر میں یہ بات کتنی فیصلہ کن ہے کہ حضرت یحییٰ قتل کر دیئے گئے اور حضرت مسیحؑ کو قتل یا مصلوب ہونے سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اس ضمن میں اس واضح بیان پر مستزاد یہ کہ سورۂ نساء کی آیت ۱۵۷ میں ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ'' سے قبل یہود کے قول ''اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ'' کے فوراً بعد ''رَسُوْلَ اللّٰهِ!'' کے الفاظ

آ ئے جو یقیناً یہود کے قول میں شامل نہیں ہیں' اس لئے کہ وہ تو آنجنابؐ کو اللہ کا رسول مانتے ہی نہیں تھے ـــــ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے قول کی نفی و انکار کی بہت ہی فصیح و بلیغ صورت ہے' یعنی گویا کہ یہ انکار امکان کی تعبیر ہے یعنی: ''یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا رسول قتل ہو جائے!'' **هٰذَا مَا عِنۡدِیۡ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ!**

انگریزی محاورے ''!Last but not the least'' کے مصداق آخری بات یہ کہ غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اس خواہش کو کیوں پورا نہ کیا جو اس حدیث میں وارد ہوئی ہے کہ ((**لَوَدِدۡتُ اَنۡ اُقۡتَلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحۡیٰی ثُمَّ اُقۡتَلُ ثُمَّ اُحۡیٰی ثُمَّ اُقۡتَلُ**))۔ اس کا اس کے سوا اور کیا جواب ممکن ہے کہ اس خواہش کی تکمیل میں وہ سنت اللہ حائل تھی جو سورۂ صافات کی آیات ۱۷۱ تا ۱۷۳ اور سورۂ مجادلہ کی آیت ۲۱ میں بیان ہوئی ہے ـــ اور ''سنت اللہ'' کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں! ﴿**فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا**o﴾ (فاطر:٤٣)

والسلام

(۳)

محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
السلام علیکم

﴿**هُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ**﴾ پر یقین کامل پیدا کرنے کے لئے کیا عمل ضروری ہے؟ مقصود اللہ کی ہمہ وقت صحبت اور دوستی ہے تاکہ انسان اپنے شر سے محفوظ رہے۔ راہنمائی کی درخواست ہے۔

والسلام
عاصم نذیر بخاری
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

جواب

محترمی بخاری صاحب'

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ نے ایک بڑا مشکل سوال کر دیا ہے' اور وہ بھی اس شعبے سے متعلق جو عام طور پر ''تصوف'' کا موضوع سمجھا جاتا ہے جس کے کم از کم معروف ومتداول دائرے میں میں نے قدم ہی نہیں رکھا ہے' تاہم چونکہ اس کا تعلق لازمی طور پر دین کی اصل باطنی روح سے ہے' جو قرآن کا اصل موضوع ہے' ـــــ اور میں بحمد اللہ یہ دعویٰ ضرور رکھتا ہوں کہ میں قرآن حکیم کا ادنیٰ طالب علم ہوں' لہٰذا میں اپنے فہم قرآن کے مطابق جواب دے رہا ہوں۔

اس ضمن میں اولاً یہ گزارش ہے کہ اگر واقعتاً آپ کا ''مقصود اللہ کی ہمہ وقت صحبت اور دوستی ہے تا کہ انسان اپنے شر سے محفوظ رہے'' ـــــ تو یہ یقیناً نہایت مبارک مقصد ہے ـــــ اور میری دعا ہے کہ اللہ اس کے حصول کو آپ کے لئے آسان فرمائے' آمین۔

اور اس کے بعد عرض ہے کہ میرے نزدیک آپ کی مطلوبہ کیفیت کا عنوان قرآن حکیم اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی رو سے ''احسان'' ہے ـــــ جو درحقیقت ''ایمان باللہ'' کی اس گہرائی اور شدت سے عبارت ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی ہستی اور اس کی صفاتِ کمال کا اصلاً تو اس درجہ یقین حاصل ہو جائے جس درجہ کا یقین عالم مادی میں کسی شے کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ہوتا ہے ـــــ اور اگر یہ شدت اور گہرائی حاصل نہ ہو پائے تو بھی کم از کم اس حقیقت کا استحضار ضرور رہے کہ وہ خود اللہ کی نگاہ میں ہے ـــــ اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے!

اس نوع کے ایمان کے حصول کا اصل ذریعہ تو میرے نزدیک قرآن کی غور وفکر کے ساتھ تلاوت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی وہ معرفت ومحبت جو روحِ انسانی میں مضمر اور خوابیدہ (DORMANT) حالت میں موجود ہوتی ہے' بیدار اور فعال (ACTIVATE) ہو کر انسان کے شعور کی سطح پر جلوہ گر ہو جاتی ہے ـــــ تاہم اس میں

مزید اضافہ اہل یقین کی صحبت (﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ التوبۃ:۱۱۹) اور اس سے بھی بڑھ کر اللہ کے احکام پر عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جس طرح یہ معلوم و معروف ہے کہ یقین سے عمل پیدا ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عمل سے بھی یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس ضمن میں جہاں مراسم عبودیت یعنی صلوٰۃ و زکوٰۃ، صوم و سیاحت، ذکر و شغل اور مجاہدہ و مراقبہ کی تاثیر مسلم ہے وہاں اس سے بھی کہیں بڑھ کر تاثیر جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے ضمن میں پیش آمدہ مصائب و مشکلات میں صبر و ثبات اور استقلال و استقامت کو حاصل ہے، بمصداقِ الفاظ قرآنی ﴿وَمَا زَادَھُمْ اِلَّا اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا﴾ (الاحزاب:۲۲)۔

حاصل کلام یہ کہ ایمان کی جتنی پونجی بھی آپ کو میسر ہے اسے اپنا اصل سرمایہ سمجھتے ہوئے ایمان کے تقاضوں پر بالفعل عمل پیرا ہو جایئے اور اس ''سیر الی اللہ'' میں سورۂ کہف کی آیت ۲۷ اور سورۂ عنکبوت کی آیت ۴۵ کے مطابق تلاوت قرآن کو اپنا ''زادِ راہ'' بنائے رکھئے ـــــ البتہ اس کے لئے اولاً ایمان کے تقاضوں کے ایک جامع تصور کا حصول لازمی ہے جس کے لئے میرا مشورہ ہے کہ میری کتاب ''مطالبات دین'' اور کتابچے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کا ضرور مطالعہ فرمالیں ــــ فقط!

(۴)

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد از سلام کلام یہ ہے کہ ہم آپ سے ایمان اور اسلام کے بارے میں ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں جس کا جواب آپ ہمیں قرآن و حدیث کی روشنی میں سلف صالحین کی آراء کے مطابق مفصل اور دلائل کے مطابق فتویٰ دیں کہ اگر اس کو کسی دوسرے کو دکھائیں تو وہ بھی مطمئن ہو جائے۔ مسئلہ درج ذیل ہے:

اگر کوئی شخص ایمان مفصل اور ایمان مجمل رکھتا ہو اور ارکانِ خمسہ پر بھی عمل کرتا ہو اور اس عقیدہ کو رکھنے کے باوجود اگر ایسا شخص اس حکومت کے ساتھ نوکری یعنی ملازمت کرتا ہو یعنی اس قانون کی رکھوالی بھی کرتا ہو جیسے پولیس، فوج، جج وغیرہ اور اس

کے علاوہ اگر کسی شخص کو کوئی دنیاوی یا شریعت کا مسئلہ درپیش ہو جائے اور یہ شخص اپنے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس عدالت اور قانون کے پاس لے جائے باوجود اس کے کہ اس عدالت میں اللہ کے قانون کے خلاف دوسرے قانون پر فیصلے ہوتے ہیں یعنی اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے' تو کیا قرآن حکیم کی ان آیات (سورۃ النساء: ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۵، ۶۶، ۷۶)، (سورۃ المائدۃ: ۴۴، ۴۵، ۴۷، ۵۱) یہ شخص کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

براہ کرم آپ اس مسئلے میں ہماری رہنمائی فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

والسلام

نصیر الدین

گاؤں وڈاک خانہ ریگی' تحصیل وضلع پشاور

جواب

محترمی نصیر الدین صاحب ' وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا سوال نہایت اہم بھی ہے —— اور ساتھ ہی بہت مشکل بھی' اور اِدھر میں ''مفتی'' تو درکنار ''عالم دین'' ہونے کا بھی مدعی نہیں ہوں' تاہم قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ کا جس قدر بھی تھوڑا بہت مطالعہ کرنے کا موقع مجھے حاصل ہوا ہے اس کی رو سے عرض ہے کہ —— جس طرح ایک ''اسلام'' قانونی وفقہی ہوتا ہے جو عبارت ہے صرف پانچ ارکان اسلام کے اقرار وعمل سے' یعنی کلمۂ شہادت' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ۔ اور دوسرا ''اسلام'' حقیقی ہوتا ہے جو عبارت ہے پوری زندگی میں اللہ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری سے' جس کا مقام اس قدر بلند ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بھی اس کے لئے اللہ سے دعا کی تھی کہ: ''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ'' یعنی ''اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا کامل فرمانبردار بنا دے یا بنائے رکھ!'' —— اسی طرح ایک ''کفر قانونی'' ہے جس کی بنا پر کسی کو غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے' اس کے لئے شرط یہ ہے کہ

ضروریات دین میں سے کسی کا صراحتاً ''انکار'' کیا جائے ـــ اور دوسرا ''کفر حقیقی'' ہے جس کا اطلاق کسی بھی معصیت پر ہو جاتا ہے ـــ جیسے مشہور حدیث ہے کہ ((مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ)) ''جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا!'' ـــ تو یہاں کفرِ حقیقی مراد ہے ـــ نہ کہ کفرِ قانونی ـــ کفرِ قانونی یا فقہی اس وقت لازم آئے گا جب کوئی شخص نماز کا انکار کر دے اور اسے فرض تسلیم ہی نہ کرے! ـــ کفرِ حقیقی کے ضمن میں ایک بہت گہری بات بڑے پیارے انداز میں ایک نقشبندی بزرگ سائیں عبدالرزاق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ـــ ''جو دم غافل سو دم کافر!'' یعنی انسان کا جو لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں گزرتا ہے وہ ایک نوع کے کفر کی حالت میں گزرتا ہے ـــ!

اس پس منظر میں جو صورتِ مسئلہ آپ نے سامنے رکھی ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے تو کفر ہے' لیکن اس کی بنا پر کسی شخص کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا درست نہیں ہے' بلکہ اسے صرف معصیت اور فسق سے تعبیر کیا جانا چاہئے ـــ البتہ یہ لازم ہے کہ انسان کے دل میں اس صورتِ حال پر رنج اور افسوس ہو اور اس صورت کو بدل کر پورے اسلامی نظام کے قیام' اور پوری شریعت اسلامی کے نفاذ کی جدوجہد ـ اولاً قوتِ ید کے ساتھ' ورنہ کم از کم زبان کے ساتھ ـــ اور بدرجۂ آخر' جس کے فقدان کی صورت میں ایمان حقیقی کی نفی کلی ہو جائے گی ـــ دل کے ساتھ ہو' یعنی اس صورتِ حال پر انسان کو حقیقی رنج و غم ہو اور اس سے شدید نفرت دل میں محسوس ہو! اللہ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے' آمین ـــ فقط!

والسلام

اسرار احمد عفی عنہ

ضرورت رشتہ

کراچی میں مقیم' رفیق تنظیم کی ہمشیرہ' مذہبی گھرانے سے تعلق' دوشیزہ' عمر 36 سال' تعلیم بی ایس سی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ بلا تفریق ذات پات' صرف والدین رجوع فرمائیں۔ رابطہ: (042) 6664883